ماہنامہ

باقاعدہ تصدیق شدہ اشاعت ABC Certified

کرائم بیورو
کراچی

HAPPY RAMADAN 2025

- کرائم
- سیاست
- انٹرویوز
- کھیل
- ثقافت

کرائم بیورو کی طرف سے
عید کی خوشیاں سب کیلئے

مارچ 2025ء

قیمت: 200 روپے

خواجہ شمس الدین عظیمی۔۔!!

آپ کی علمی خدمات اور بلند روشن کارنامے رہتی دنیا تک یاد رکھے جائیں گے

CRIME STOPPERS

CRIME SCENE DO NOT CROSS

زبیر نواز

ایس ایچ او (گارڈن پولیس اسٹیشن)

شاہ فیصل خان

ایس ایچ او (آرام باغ پولیس اسٹیشن)

راشد شاہ

ایس ایچ او (لیاقت آباد پولیس اسٹیشن)

انسپکٹر ملک عامر

ایس ایچ او (کورنگی پولیس اسٹیشن)

ماہنامہ

ABC Certified باقاعدہ تصدیق شدہ اشاعت

کرائم بیورو

کراچی

آج کے جدید ترین ٹیکنالوجی سے لیس سوشل میڈیا کے دور میں ہم تحقیقاتی صحافت کو زندہ رکھنے کا عزم لئے ایک ماہنامہ میگزین کا اجراء کر چکے ہیں جس میں سینئر اور تحقیقی صحافیوں پر مشتمل تجربہ کار ٹیم کی مجلس ادارت ہے۔ میگزین کا فوکس کرائم کے شعبے سے جڑے تحقیقاتی مضامین سے ہے۔ ہماری کوشش ہوتی ہے کہ میگزین کا ہر شمارہ ہر مہینے کی ایک دستاویز کی حیثیت کا حامل ہو۔

کراچی، اسلام آباد، لاہور، حیدر آباد، فیصل آباد، سکھر، پشاور، کوئٹہ سمیت تمام چھوٹے بڑے شہروں سے بیورو چیفس اور ضلعی نمائندگان کے تحقیقاتی مضامین اور رپورٹس آپ کو نہ صرف چونکائیں گی بلکہ ارباب اختیار کو ایکشن میں آنے پر مجبور بھی کریں گی۔

ہماری ٹیم میں شامل ہونے اور میگزین کا حصہ بننے کیلئے رابطہ کریں

واٹس ایپ نمبر: 0300-2056305 - 0312 9222794

ماہنامہ

کرائم بیورو

کراچی

ABC Certified باقاعدہ تصدیق شدہ اشاعت

جلد نمبر 05 | مارچ 2025ء | شمارہ نمبر 07

قیمت: 200 روپے

فرمان مصطفیٰ ﷺ

روزہ دار کیلئے دو خوشیاں ہیں ایک
افطار کے وقت اور دوسری اس وقت
ہوگی جب اللہ سے ملاقات کریگا
صحیح بخاری: 1904

فرمان الٰہی

عنقریب اللہ تنگی کے
بعد آسانی پیدا کردے گا۔
(الطلاق: 7)

فہرست

صفحہ نمبر	مضامین
05	خواجہ شمس الدین عظیمی
06-07	پاکستان رینجرز (سندھ): ایک تفصیلی جائزہ
08	تخت پڑی: راولپنڈی کے جنگل پر قبضے کی کہانی
09	SSP حیدرآباد کی زیر صدارت پولیس افسران کا اہم اجلاس
10	انسپکٹر غلام حسین پیرزادہ: سرجانی میں امن وامان کی بحالی کی کہانی
11	نفسیاتی اذیت اور دوبارہ زندگی کی امید: ایک بیوی کی جدوجہد
12	لاہور میں لاوارثوں کا قبرستان
13	کرائم بیورو کی طرف سے عید کی خوشیاں سب کیلئے
14	کرائم بیورو کراچی کی جانب سے رمضان پیکیج تقسیم کی تقریب
15	کرائم بیورو فیصل آباد کی جانب سے رمضان پیکیج تقسیم کی تقریب
16	کرائم بیورو چنیوٹ کی جانب سے رمضان پیکیج تقسیم کی تقریب
17	پاڑہ چنار کے راستے کی بندش: رمضان افطار میں کھجور تک دستیاب نہیں
18	انسپکٹر انیلہ کی کامیاب تفتیش: 13 سالہ لڑکی بازیاب
19	مصطفیٰ اغواء کیس: ڈالرز، ڈرگ کی سنسنی خیز کہانی
20	کراچی کا اسٹائلش ڈرگ ڈیلر: ساحر حسن
21	پوش علاقوں اور تعلیمی اداروں میں منشیات کا نیٹ ورک: ایک جائزہ
22	موٹروے پر 150 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار ڈرائیونگ، گرفتاریاں
23	کلبھوشن جادھو سے پہلے کتنے جاسوس تھے؟
24	صحافی کی خواہش: لیڈی ڈائنا اور پریانکا گاندھی کو شادی کی ای میل
25	خضدار کی مغوی آسمہ بی بی کو پولیس نے کیسے بازیاب کروایا؟
26	بھارت چمپئنز ٹرافی کو پاکستان سے باہر نہ کرسکا
27	چور 5 منٹ میں 98 کلووزنی سونے کا ٹوائلٹ لے اڑے
28	مدھوبالا: جن کے حسن کا شہرہ ان کی اداکاری پر بھاری رہا

پبلشر فضیل امر نے خرم پرنٹنگ پریس پاکستان چوک سے چھپوا کر آفس نمبر 1، پاکستان
ہاؤسنگ اتھارٹی قائد آباد ملیر سے شائع کیا

crimebeauru@gmail.com

چیف ایڈیٹر: شیخ حسین امر
ایڈیٹر: عرفان ساگر
ڈپٹی ایڈیٹر: مارشا امر
منیجنگ ایڈیٹر: معظمہ جٹ
ایڈیٹر انوسٹی گیشن: شکیل ناچ

مجلس ادارت:
نیاز کھوکھر، راؤ جمیل، آغا خالد، ضیاء الرحمن، ڈاکٹر جعفر عباس، سمیر قریشی، ملیحہ عمران (انگلینڈ)، غازی صلاح الدین، فاروق مرزا (امریکہ)، عبدالوحید جیلانی، افضل سندھو، کامران خان، اسد اللہ خان، طارق پٹھان

انچارج انوسٹی گیشن ٹیم: زاہد شاہ
چیف رپورٹر: انور سلطان (0300 2056305)

کرائم رپورٹر:
عمیر خان، راؤ عدنان، نعمان صافی، عبداللہ گدی، سہیل آرائیں، سلطان چاکی سومرو احسن کندی (فیصل آباد)

چیف فوٹوگرافر: عبدالستار قریشی

بیورو چیف:
نوید میوؑ (اسلام آباد)
سعدیہ حق (لاہور)
غلام شبیر (چنیوٹ)
عبدالغفور سروہی (حیدرآباد)

ڈسٹرکٹ رپورٹرز:
ابرار احمد (سوات)
مراد عباسی (پنوعاقل)
شہمیر قریشی (ٹھٹھہ)
ساجد علی شاہ (چنیوٹ)

انچارج سندھ ڈیسک:
سید انعام شاہ

قانونی مشیران:
سید عثمان الحسن ایڈووکیٹ، امجد حسین قریشی ایڈووکیٹ
امان اللہ یوسفزئی ایڈووکیٹ، نظر اقبال (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

لے آؤٹ ڈیزائنر: یٰسین قریشی

خواجہ شمس الدین عظیمی۔۔!!

آپ کی علمی خدمات اور بلند روشن کارنامے رہتی دنیا تک یادرکھے جائیں گے

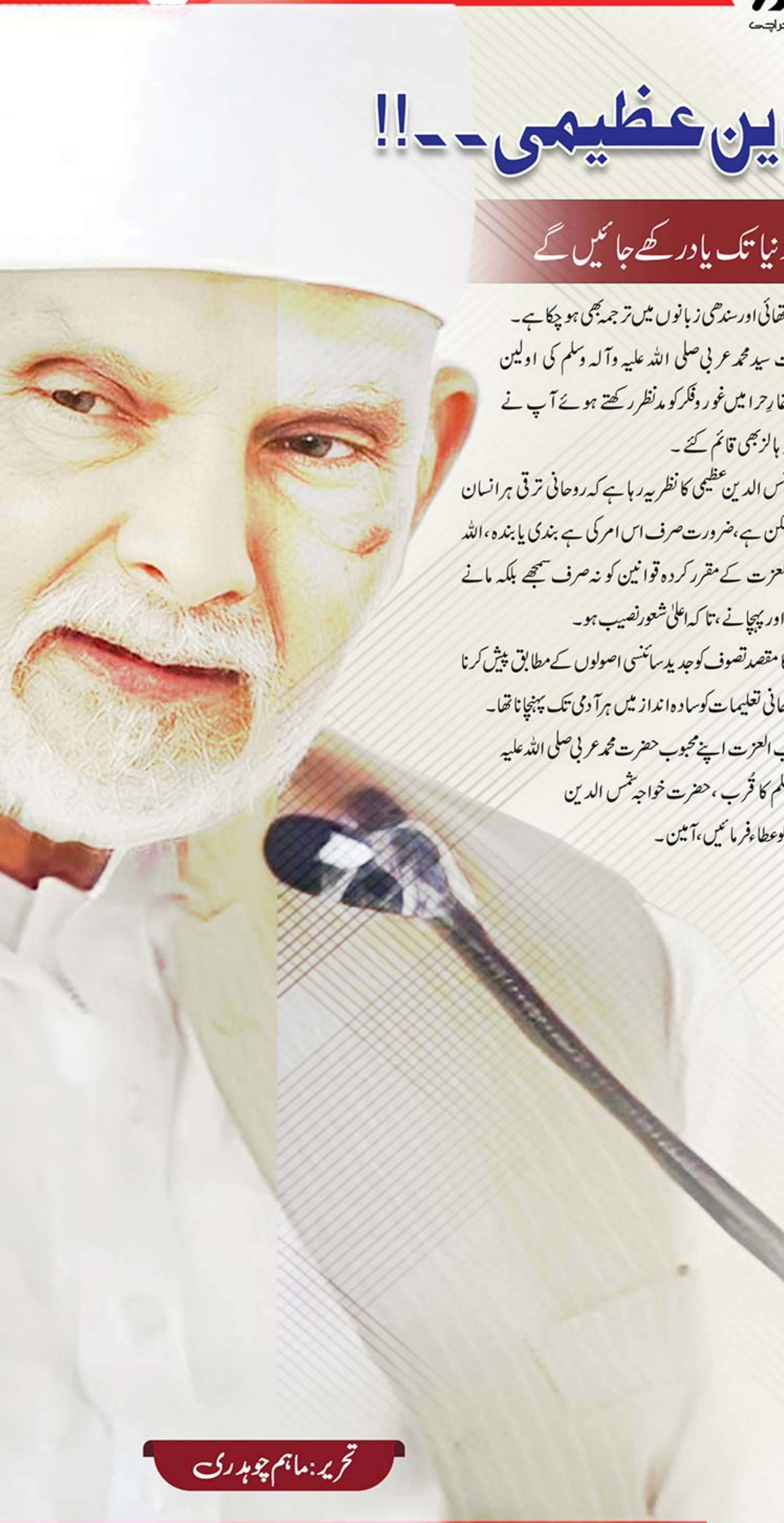

تحریر: ماہم چوہدری

سید محمد عظیم برخیاء المعروف قلندر بابا اولیاءکریم کے منظورِنظر دلربا خواجہ شمس الدین عظیمی، فلک کے ایسے روشن ستارہ کی مثل ہیں، جنکی روشنی ہمیشہ ہمارے دلوں میں زندہ رہے گی۔

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی 17 اکتوبر 1927ء کو قصبہ انبیٹھہ پیرزادگان، ضلع سہارنپور، اتر پردیش، بھارت میں پیدا ہوئے اور 21 فروری 2025 کو پاکستان کے شہر کراچی میں انتقال فرما گئے۔

آپ کا جسدِ خاکی مرکزی مراقبہ ہال کراچی میں سپردِ خاک کردیا گیا۔

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی ایک ایسی باوقار عظیم شخصیت تھے، جو کردار واعمال سے نسلوں کو روشنی دے گئے۔

یقیناًاس روشن چراغ کی روشنی روشن رہے گی۔

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کی علمی خدمات اور بلند روشن کارنامے رہتی دنیا تک یادرکھے جائیں گے۔

آپ کا جیون ایک اعلیٰ مثالی جیون تھا، آپ ایک عہد ساز شخصیت تھے۔

آپ کی مُسکراہٹ میں کائنات کے سربستہ راز جھلکتے، خاموشی میں معرفت کے دریا موجزن ہوتے اور جب آپ گفتگو فرماتے تو ایسا محسوس ہوتا، جیسے بند دلوں کے قفل کھول رہے ہیں۔

آپ کی تحریریں رنگ ونور کے علوم اور روحانی سائنس جیسے موضوعات پر روشنی ڈالتی ہیں۔

آپ کی زیرِ سرپرستی" ماہنامہ روحانی ڈائجسٹ" اور ماہنامہ قلندر شعور شائع ہوتے رہے ہیں اور ہو رہے ہیں۔

آپ نے روحانیت، تصوف، کلر تھراپی، سائیکالوجی، پیرا سائیکالوجی و دیگر اہم موضوعات پر نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں۔

مختلف ذرائع کے مطابق، آپ 42 سے 70 کتابیں تصنیف کر چکے ہیں اور 60 سے 86 کتابچے بھی تحریر کر چکے ہیں۔

آپ کی متعدد کتابوں کا عربی، پنجابی، سندھی، فارسی، انگریزی، روسی، تھائی اور سندھی زبانوں میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔

حضرت سید محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولین سنت غارِ حرا میں غور وفکر کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ نے مراقبہ ہالز بھی قائم کئے۔

خواجہ شمس الدین عظیمی کا نظریہ رہا ہے کہ روحانی ترقی ہر انسان کیلئے ممکن ہے، ضرورت صرف اس امر کی ہے بندی یا بندہ، اللہ رب العزت کے مقرر کردہ قوانین کو نہ صرف سمجھے بلکہ مانے جانے اور پہچانے، تا کہ اعلیٰ شعور نصیب ہو۔

آپ کا مقصد تصوف کو جدید سائنسی اصولوں کے مطابق پیش کرنا اور روحانی تعلیمات کو سادہ انداز میں ہر آدمی تک پہنچانا تھا۔

اللہ رب العزت اپنے محبوب حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قُرب، حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کو عطاء فرمائیں، آمین۔

پاکستان رینجرز (سندھ)

2024 میں کامیاب کارروائیاں: ایک تفصیلی جائزہ

رپورٹ: زاہد علی شاہ

پاکستان رینجرز (سندھ) نے سال **2024** کے دوران اپنے مشن کو انتہائی بھرپور اور کامیابی کے ساتھ انجام دیا۔ رینجرز نے نہ صرف دہشت گردی اور منظم جرائم کے خلاف آپریشنز کیے بلکہ غیر قانونی سرگرمیوں، ڈاکوؤں اور منشیات کی اسمگلنگ کے خلاف بھی اہم کارروائیاں کیں۔ ان کی حکمت عملی اور فیصلہ کن اقدامات نے سندھ میں امن و امان کی صورتحال کو بہتر بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس رپورٹ میں پاکستان رینجرز (سندھ) کی **2024** میں کی جانے والی کارروائیوں کا تفصیل سے جائزہ پیش کیا جائے گا۔

1. دہشت گردی، ٹارگٹ کلنگ اور دیگر سنگین جرائم کے خلاف کارروانیاں

پاکستان رینجرز (سندھ) اور پولیس نے **2024** میں دہشت گردی، ٹارگٹ کلنگ، اغوا برائے تاوان اور بھتہ خوری کے خلاف **102** مشترکہ آپریشنز کیے۔ ان کارروائیوں کا مقصد سندھ میں موجود دہشت گردوں، جرائم پیشہ گروپوں اور کالعدم تنظیموں کو ناکام بنانا تھا۔ ان آپریشنز میں **142** ہائی پروفائل ملزمان کو گرفتار کیا گیا۔ ان ملزمان میں فتنہ الخوارج، بلوچستان لبریشن آرمی (بی ایل ایف)، تحریک طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی)، لیاری گینگ وار اور دیگر دہشت گرد گروپوں کے ارکان شامل تھے۔

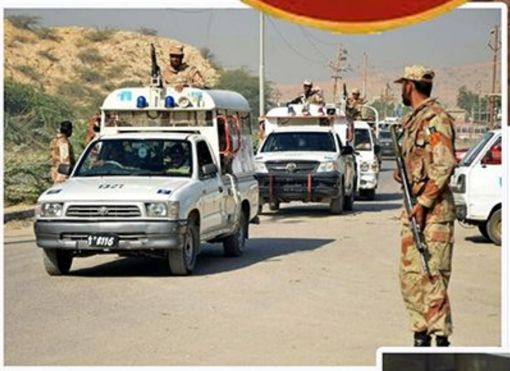

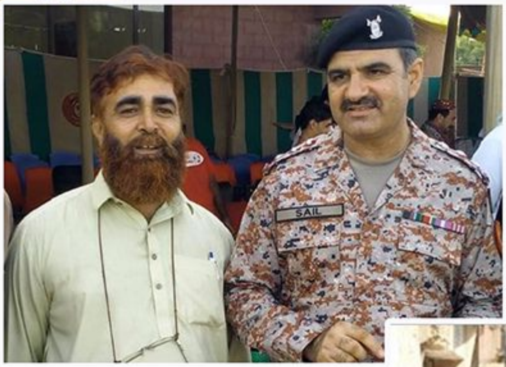

دہشت گردوں کے خلاف **87** آپریشنز کیے گئے، جن میں **109** دہشت گرد گرفتار کیے گئے۔ ان گرفتارشدگان میں بدنام زمانہ دہشت گرد جیسے محمد جاوید سواتی عرف بھائی جان، شاہد حسین عرف عمر، اکبر زیب خان، اکبر عرف دبئی اور عبدالغفار شامل تھے۔ ان ملزمان کی گرفتاری نے دہشت گردوں کی موجودگی کو نمایاں طور پر کم کیا، اور اس کے نتیجے میں سندھ کے مختلف علاقوں میں امن و امان کی صورتحال میں بہتری آئی۔

بھتہ خوری کے خلاف **14** آپریشنز کیے گئے، جس کے دوران **2** بھتہ خور گرفتار ہوئے۔ ان میں حمید اللہ عرف ٹڈا، عبدالرحمان عرف رحمان اور دیگر شامل تھے۔ ان ملزمان کے قبضے سے بھاری مقدار میں بھتہ کی رقم اور اسلحہ برآمد کیا گیا، جس سے بھتہ خوری کی سرگرمیاں متاثر ہوئیں۔

2. کچے کے علاقے میں ڈاکوئوں کے خلاف مشترکہ آپریشن

پاکستان رینجرز (سندھ) اور پولیس نے اندرون سندھ کے کچے کے علاقے میں ڈاکوؤں کے خلاف **94** مشترکہ کارروائیاں کیں۔ ان کارروائیوں کے دوران **197** ڈاکو گرفتار کیے گئے، جن میں چاکر، خیر محمد، عطاء محمد جیسے بدنام زمانہ ڈاکو شامل تھے، جن پر سندھ حکومت نے بھاری انعامات مقرر کر رکھے تھے۔ ان ڈاکوؤں کی

گرفتاری نے علاقے میں امن قائم کرنے میں اہم مدد فراہم کی۔

اس کارروائی کے دوران **68** ہتھیار اور **1854** ایمونیشن برآمد کیے گئے، جن سے ان ڈاکوؤں کی دہشت گرد سرگرمیوں میں کمی آئی۔ اس کے علاوہ، پاکستان رینجرز نے بھیو اور تیغانی گینگ کے خلاف کارروائی کی۔ اس آپریشن کے دوران نذیر بھیو، امداد عرف امدو بھیو، جگن تیغانی اور کلن تیغانی سمیت دیگر بدنام ڈاکو مقابلے میں ہلاک ہوگئے۔ اس آپریشن نے کچے کے علاقے میں ڈاکوؤں کے خلاف رینجرز کی گرفت کو مزید مضبوط کیا ہے۔

3. منشیات کے خلاف کارروانیاں

پاکستان رینجرز (سندھ) نے منشیات کے خلاف بھی بھرپور کارروائیاں کیں۔ **2024** میں **252** آپریشنز کے دوران **332** منشیات فروش گرفتار ہوئے، اور ان کے قبضے سے مختلف اقسام کی منشیات برآمد کی گئیں۔ ان کارروائیوں کے دوران **6.103** ٹن منشیات برآمد کی گئی، جس میں **136** کلوگرام حشیش، **9** کلوگرام ہیروئن، **17** کلوگرام آئس/کرسٹل، **1** کلوگرام افیم، **5.15** ٹن گٹکا اور **88** ٹن چھالیہ شامل تھی۔ یہ منشیات مختلف علاقوں میں غیر قانونی طور پر فروخت کی جا رہی تھیں اور ان کی بڑی مقدار ضبط کر کے پاکستان رینجرز نے منشیات کے خلاف جنگ میں ایک اہم کامیابی حاصل کی۔

4. اسمگلنگ اور غیر قانونی سرگرمیوں کیخلاف آپریشنز

پاکستان رینجرز (سندھ) نے اسمگلنگ کے خلاف بھی متعدد کارروائیاں کیں، جن میں ایرانی تیل، نان کسٹم پیڈ اشیاء اور غیر قانونی منشیات شامل تھیں۔

الف) ایرانی تیل کی اسمگلنگ:

پاکستان رینجرز نے اسمگلنگ کے خلاف کی جانے والی کارروائیوں کے دوران **1681495** لیٹر ایرانی تیل ضبط کیا اور اس سے وابستہ **45** گاڑیاں بھی ضبط کی گئیں۔ اس تیل کی مالیت تقریباً **43** کروڑ روپے سے زائد ہے۔ **54** ملزمان کو گرفتار کیا گیا اور ان کے خلاف کسٹم حکام کے ذریعے قانونی کارروائی کی گئی۔

ب) نان کسٹم پیڈ اشیاء:

پاکستان رینجرز نے اسمگلنگ کے خلاف کارروائی کرتے ہوئے نان کسٹم پیڈ اشیاء کی بڑی مقدار ضبط کی۔ ان اشیاء میں اسمگل شدہ سگریٹ، گٹکا، چھالیہ، کپڑا، ٹائرز، شیمپو، صابن، خشک دودھ، نمک، چینی اور مختلف خوردنی اشیاء شامل ہیں۔ ان اشیاء کی مالیت کروڑوں روپے تھی اور ان کو **113** مزدہ ٹرکوں کے ذریعے کسٹم حکام کے حوالے کیا گیا۔

ج) غیر قانونی واٹر ہائیڈرنٹس /پانی چوری:

پاکستان رینجرز نے **36** آپریشنز کے دوران غیر قانونی واٹر ہائیڈرنٹس کے خلاف کارروائی کرتے ہوئے **51** ہائیڈرنٹس کو مسمار کیا اور **21** واٹر ٹینکرز کو قبضے میں لیا۔ گرفتار ملزمان کو مزید قانونی کارروائی کے لیے پولیس کے حوالے کیا گیا۔

5. امن و امان کی مجموعی صورتحال

پاکستان رینجرز (سندھ) نے کراچی اور اندرون سندھ میں امن و امان کی صورتحال کو بہتر بنانے کے لیے بھرپور اقدامات کیے۔ **2024** میں مختلف ایونٹس جیسے **IDEAS**، پی ایس ایل، غیر ملکی کرکٹ ٹیموں کے دورے اور مختلف مذہبی تہواروں کے دوران فول پروف سکیورٹی فراہم کی گئی۔

پاکستان رینجرز کی جانب سے رینجرز مددگار سیل قائم کیا گیا، جہاں شہریوں کی شکایات کو سنجیدگی سے سنا گیا اور ان کا ازالہ کیا گیا۔ اس دوران **65** شکایات کا فوری حل نکالا گیا اور **7** افراد کو حراست میں لیا گیا۔

رینجرز کے جوانوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ بھی پیش کیا۔ **2024** کے دوران **7** جوان شہید ہوئے اور **15** جوان زخمی ہوئے، جن کی قربانیوں نے شہریوں کے لیے ایک محفوظ اور پُرامن ماحول فراہم کیا۔ ان قربانیوں کی بدولت سندھ میں دہشت گردی، ٹارگٹ کلنگ، اغوا برائے تاوان اور بھتہ خوری جیسے سنگین جرائم میں کمی آئی۔

پاکستان رینجرز (سندھ) نے **2024** میں اپنی کامیاب کارروائیوں کے ذریعے نہ صرف جرائم کی سرکوبی میں اہم کردار ادا کیا، بلکہ سندھ بھر میں امن و امان کی صورتحال کو بہتر بنایا۔ ان کی مسلسل کوششوں اور قربانیوں کے باعث سندھ میں دہشت گردی، ٹارگٹ کلنگ، ڈاکوؤں کی سرگرمیاں اور منشیات کی اسمگلنگ میں نمایاں کمی آئی۔ پاکستان رینجرز (سندھ) کی یہ کامیاب کارروائیاں اس بات کا ثبوت ہیں کہ جب ریاستی ادارے ایک ساتھ مل کر کام کرتے ہیں تو وہ کسی بھی چیلنج کا کامیابی سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔

تخت پڑی

راولپنڈی کے جنگل پر قبضے کی کہانی

اگر آپ پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد سے لاہور کی طرف جرنیلی سڑک یعنی جی ٹی روڈ پر سفر کر رہے ہوں تو پانچ کلومیٹر کے بعد دریائے سواں کے قریب بائیں جانب تخت پڑی جنگلات کا رقبہ شروع ہو جاتا ہے۔ کسی زمانے میں، صرف **20** سال پہلے تک، یہاں جنگل ہوتا بھی تھا۔ لیکن اب یہاں پاکستان کے ایک بڑے پراپرٹی ڈویلپر ملک ریاض کے بحریہ ٹاؤن اور پاکستانی افواج کے زیر انتظام چلنے والے ادارے، ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی یا ڈی ایچ اے، کے ولاز نظر آتے ہیں۔ تاہم پرتعیش عمارات والا یہ علاقہ جس زمین پر موجود ہے، وہ نہ صرف جنگلات کی زمین ہے بلکہ عدالتی تحقیقات کے مطابق تخت پڑی کے جنگلات پر تعمیرات قبضہ کر کے بنائی گئیں۔

تخت پڑی کے یہ جنگلات مبینہ غیر قانونی تعمیرات کی نذر تو کئی سال سے ہو رہے ہیں لیکن ان کا ذکر حال ہی میں پاکستانی میں انسداد بدعنوانی کے ادارے نیب کے ایک بیان میں ملتا ہے۔ نیب کے اس بیان میں الزام لگایا گیا کہ 'ملک ریاض اور ان کے ساتھیوں نے بحریہ ٹاؤن کے نام پر کراچی، تخت پڑی راولپنڈی اور نیو مری میں زمینوں پر قبضے کیے۔' جج مظہر منہاس، جو اب ریٹائر ہو چکے ہیں، کی سنہ **2011** کی ایک تحقیقاتی رپورٹ میں درج ہے کہ تخت پڑی جنگل کی 'صفائی' بحریہ ٹاؤن اور ڈی ایچ اے نے مل کر کی۔ بحریہ ٹاون اور ڈی ایچ اے قبضے کے الزامات کی تردید کرتے ہیں لیکن سپریم کورٹ کے سنہ **2018** کے ایک فیصلے کے مطابق بھی بحریہ ٹاؤن اور ڈی ایچ اے نے سرکاری جنگلات اور شاملات کی اراضی پر 'قبضہ' کر رکھا ہے۔ ڈی ایچ اے ان جنگلات سمیت ملک میں کسی بھی جگہ پر 'قبضے' کی تردید کرتا ہے۔ فوج کے زیر انتظام چلنے والے اس ادارے کے مطابق ڈی ایچ اے نے 'تخت پڑی سمیت جنگلات کی زمین پر بھی قبضہ نہیں کیا اور ڈی ایچ اے کا سیکٹر ایف بھی بحریہ ٹاؤن کی ملکیت میں ہے۔

واضح رہے کہ سپریم کورٹ نے **2018** میں اپنے ایک فیصلے میں متعلقہ حکام کو ہدایات جاری کی تھیں کہ یہ قبضہ چھڑوایا جائے جس کے بعد قومی احتساب بیورو (نیب) نے عدالت کو متعدد سماعتوں پر بتایا کہ تحقیقات جاری ہیں اور عدالتی فیصلے کے مطابق کارروائی آگے بڑھائی جائے گی تاہم محکمہ جنگلات پنجاب کے چیف کنزرویٹر آفیسر عبدالمقیت خان کہتے ہیں کہ 'اب تک ایسا نہیں ہو سکا۔' 'ہمارا اب بھی یہی موقف ہے کہ سانس لینے کے لیے آکسیجن درکار ہے، لہٰذا جنگلات کی جس زمین پر قبضہ ہوا، وہ واپس دلائی جائے یا اس کے متبادل کوئی جگہ دی جائے۔' حال ہی میں نیب کی جانب سے ایک بیان جاری کیا گیا جس میں کہا گیا کہ ملک ریاض 'عدالتی مفرور' ہیں اور ساتھ یہ تنبیہ بھی کی گئی کہ بحریہ ٹاؤن کے دبئی پروجیکٹ میں سرمایہ کاری کو 'منی لانڈرنگ' تصور کیا جائے گا۔

ملک ریاض اس وقت دبئی میں مقیم ہیں اور نیب کا کہنا ہے کہ 'حکومتِ پاکستان قانونی چینلز کے ذریعے ملک ریاض کی حوالگی کے لیے متحدہ عرب امارات سے رابطہ کر رہی ہے۔' نیب کے اس بیان میں بتایا گیا کہ 'ملک ریاض اور ان کے ساتھیوں نے بحریہ ٹاؤن کے نام پر کراچی، تخت پڑی راولپنڈی اور نیو مری میں زمینوں پر قبضے کیے اور ملک ریاض نے سرکاری اور نجی اراضی پر ناجائز قبضہ کر کے بغیر اجازت نامے کے ہاؤسنگ سوسائٹیز قائم کرتے ہوئے لوگوں سے اربوں روپے کا فراڈ کیا۔' اس بارے میں ملک ریاض سے بھی مؤقف لینے کے لیے رابطہ کیا گیا مگر انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ملک ریاض حسین کے سٹاف سکیریٹری کرنل خلیل الرحمان نے بی بی سی کے رابطہ کرنے پر بتایا کہ 'چونکہ یہ مقدمہ ابھی عدالت میں زیر سماعت ہے اس لیے بحریہ ٹاؤن عدالت کے سامنے پیش ہو کر اپنا موقف پیش کرے گا۔' تاہم نیب کے بیان کے بعد ملک ریاض نے اس وقت سوشل میڈیا پلیٹ فارم ایکس کا استعمال کرتے ہوئے ایک بیان جاری کیا تھا جس میں انھوں نے نیب کی جانب سے مختلف شہروں میں سرکاری زمینوں پر قبضے کے الزامات کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ نیب کا 'بے سروپا پریس ریلیز دراصل بلیک میلنگ کا نیا مطالبہ ہے۔ ہم نے پاکستان سمیت دنیا کے ہر ملک کے قانون کی پاسداری کی ہے اور ہمیشہ کرتے رہیں گے۔' انھوں نے نیب کے بیان کو ملک میں سیاسی صورتحال سے جوڑتے ہوئے نیب پر بلیک میلنگ کا الزام عائد کرتے ہوئے کہا کہ 'وہ کسی کے خلاف گواہی دیں گے اور نہ ہی کسی کے خلاف استعمال ہوں گے۔' انھوں نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ 'گواہی کی ضد' کی وجہ سے بیرون ملک منتقل ہوئے ہیں۔ لیکن تخت پڑی جنگلات کا معاملہ کچھ اور کہانی سناتا ہے۔

تخت پڑی جنگل پر قبضے کی داستان

سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق جنگلات کی زمین پر بحریہ ٹاؤن کے نام **99.483** ایکڑ زمین کا قبضہ سرکاری دستاویزات کا حصہ ہے۔ اس رقبے میں سے **36.163** ایکڑ بحریہ ٹاؤن کے فیز ایٹ میں شامل کر دی گئی۔ 'بحریہ سپرنگ نارتھ' کو **17.185** ایکڑ دی گئی۔ اوور سیز سیکٹر ون کے لیے **29.5** ایکڑ جبکہ گارڈن سٹی کے تین سیکٹرز کے لیے **17.110** ایکڑ جنگلات کی زمین کام میں لائی گئی۔ تخت پڑی جنگلات کی تقریباً **300** ایکڑ زمین پر اب ڈی ایچ اے کی تعمیرات ہیں۔ سرکاری دستاویزات کے مطابق تخت پڑی جنگلات کی زمین میں سے ڈی ایچ اے تھری میں **01.9** ایکڑ، ڈیفنس ولاز کے لیے **84.74** ایکڑ، ڈی ایچ اے کے سیکٹر ایف کے لیے **48.202** ایکڑ زمین شامل کی گئی۔ بحریہ ٹاؤن نے ڈی ایچ اے کو بھی زمین ٹرانسفر کی اور بحریہ ٹاؤن اور ڈی ایچ اے نے مل کر جنگلات کی زمین میں سے **92.754** ایکڑ زمین اپنے رہائشی منصوبے کا حصہ بنا دی۔ سرکاری جنگلات کی حد بندی سے متعلق جنگلات، ریونیو اور سروے آف پاکستان کے نقشے دستیاب ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ بحریہ ٹاؤن اور افواج پاکستان کے رہائشی منصوبے ڈی ایچ اے نے ندی نالوں، ڈیموں اور دریاؤں کے قریب واقع سرکاری جنگلات کی زمینوں پر نہ صرف قبضے کیے ہیں بلکہ وہاں بڑے حصے پر تعمیرات بھی کر دی ہیں۔ ڈی ایچ اے کے حکام نے بی بی سی کو بتایا کہ 'دراصل ان کے ملک ریاض کے ساتھ جو معاہدات تھے ان کے تحت انھیں زمین ملک ریاض نے ایکوائر کر کے دینی تھی اور یہ کام خود فوج یا ڈی ایچ اے نے نہیں کیا۔'

تخت پڑی جنگلات کی زمین سے متعلق کیا تنازع پیدا ہوا؟

تخت پڑی جنگلات کا کل رقبہ **2210** ایکڑ بنتا ہے جس کا واضح ثبوت سنہ **1886** سے لے کر آج تک محکمہ جنگلات اور ریونیو ڈیپارٹمنٹ کا دستیاب ریکارڈ اور نقشے ہیں۔ جبکہ سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق سابق وزیر اعلیٰ پنجاب پرویز الٰہی کے دور حکومت میں ان کے کہنے پر ہونے والی حد بندی کے دوران راولپنڈی کی ضلعی انتظامیہ نے جو نقشے تیار کروائے ہیں ان کے مطابق یہ زمین صرف **1741** ایکڑ ہے۔ واضح رہے کہ سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ ریٹائرڈ جسٹس اعجاز افضل خان، جسٹس مقبول باقر اور جسٹس فیصل عرب نے تحریر کیا تھا۔ **13** نومبر **2018** کو سابق چیف جسٹس آصف سعید کھوسہ نے ایک عدالتی فیصلے میں لکھا کہ جنگلات کی زمین بحریہ ٹاؤن کو منتقل کرنے پر سابق وزیر اعلیٰ پرویز الٰہی کے خلاف نیب کا 'فٹ کیس' بنتا ہے کہ وہ ان کے خلاف ریفرنس دائر کرے۔ سابق وزیر اعلی پرویز الٰہی کے ترجمان اور میڈیا کوآرڈینیٹر چوہدری محمد اقبال نے بی بی سی کو بتایا کہ 'پرویز الٰہی پر یہ الزامات ثابت نہیں ہوئے اور نہ انھوں نے ایسا کچھ کیا۔' ان کے مطابق 'عدالت میں بھی اس حوالے سے ہمارا یہی مؤقف رہا ہے۔' تاہم سپریم کورٹ نے درست حد بندی کے لیے محکمہ جنگلات، ریونیو اور سروے آف پاکستان پر مشتمل ایک اعلیٰ سطح کی کمیٹی بنائی جس نے پہلی حد بندی کو غلط قرار دیا۔

SSP حیدرآباد عدیل حسین چانڈیو کی زیر صدارت پولیس افسران کا اہم اجلاس

جرائم کی روک تھام اور شہریوں کو بروقت انصاف کی فراہمی پر زور

رپورٹ، عبدالغفور سروہی

ایس ایس پی حیدرآباد عدیل حسین چانڈیو کی صدارت میں پولیس ہیڈکوارٹر کانفرنس ہال میں ایک اہم اجلاس منعقد ہوا، جس میں ضلع بھر کے ایس ڈی پی اوز، ایس ایچ اوز سمیت ڈی ایس پیز اور دیگر افسران نے شرکت کی۔ اجلاس میں ڈی ایس پی لطیف آباد گل حسن تھیبو، ڈی ایس پی کینٹ ڈاکٹر صفی اللہ، انچارج ڈی آئی بی جنید عباسی، ریڈر ایس ایس پی انسپیکٹر اشفاق بھٹی، ہیڈکلرک نوید سمیجو اور انچارج آر آر ایف سمیت دیگر افسران موجود تھے۔

ایس ایس پی عدیل حسین چانڈیو نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حیدرآباد پولیس کی قیادت کا ایک بار پھر موقع ملا ہے اور بیشتر افسران سے شناسائی ہے، اس لیے عوامی مسائل کے حل اور جرائم کی بیخ کنی کے لیے مشترکہ حکمت عملی ناگزیر ہے۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ اجلاس کا ایجنڈا تعارف، کرائم، آرگنائزڈ کرائم، اشتہاری و روپوش ملزمان اور انویسٹی گیشن کے امور ہیں۔

ایس ایس پی نے موٹر سائیکل چوری و چھیننے کی وارداتوں کو ضلع کا سب سے بڑا مسئلہ قرار دیتے ہوئے ہدایت کی کہ اس جرم کی روک تھام اور ملوث ملزمان کی گرفتاری کے لیے مؤثر حکمت عملی مرتب کی جائے، جب کہ اس نوعیت کے واقعات میں فوری ایف آئی آر کا اندراج ہر صورت یقینی بنایا جائے۔ انہوں نے مزید کہا کہ کسی بھی بچے، لڑکی یا لڑکے کی گمشدگی پر ایف آئی آر میں تاخیر ناقابل قبول ہوگی۔ ایس ایس پی نے سختی سے کہا کہ آرگنائزڈ کرائم کسی صورت برداشت نہیں کیا جائے گا، تمام ایس ایچ اوز اپنی حدود میں لسٹڈ جرائم پیشہ عناصر کے خلاف فوری کارروائی یقینی بنائیں، بصورت دیگر غفلت برتنے والے افسران کے خلاف سخت ایکشن ہوگا۔

انہوں نے ایس ایچ اوز کو ہدایت دی کہ شہریوں سے براہ راست ملاقات اور ان کے مسائل سننے کے لیے باقاعدہ وقت مقرر کریں، اور تھانے میں ہر وقت ایسا افسر موجود رہے جو شہریوں کی فوری رہنمائی کرے۔

ایس ایس پی عدیل حسین چانڈیو نے ڈی ایس پیز کو ہدایت کی کہ وہ اپنے علاقوں میں انویسٹیگیشن، زیر التوا مقدمات میں کمی، پیٹرولنگ اور چیکنگ جیسے اہم امور میں ذاتی دلچسپی لیتے ہوئے نگرانی کو مؤثر بنائیں۔

اجلاس کے اختتام پر ایس ایس پی نے واضح کیا کہ افسران کی کارکردگی کا باقاعدہ جائزہ لیا جائے گا اور اچھی کارکردگی ہی ان کی طویل مدتی تعیناتی کی بنیاد بنے گی۔

انسپکٹر غلام حسین پیر زادہ

کی قیادت میں سرجانی ٹاؤن میں امن وامان کی بحالی کی کہانی

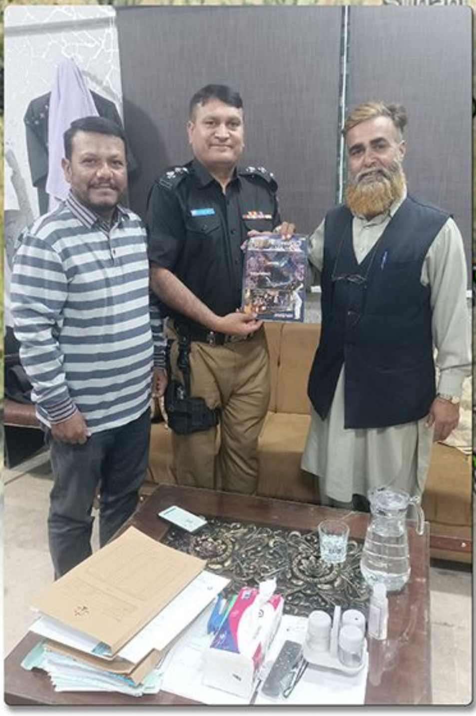

رپورٹ: زاہد علی شاہ

انسپکٹر غلام حسین پیرزادہ کی قیادت میں سرجانی ٹاؤن پولیس اسٹیشن نے صرف دو مہینوں میں جرائم کی شرح میں نمایاں کمی لائی ہے۔ ایس ایچ او غلام حسین پیرزادہ، جو اس وقت سرجانی ٹاؤن میں اپنی ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں، نے اپنی محنت، عزم اور عوامی تعاون کے ذریعے اس علاقے میں امن و امان کی صورتحال میں بہتری لانے میں کامیابی حاصل کی۔ ان کے اقدامات نے نہ صرف جرائم پیشہ افراد کے خلاف کامیاب کارروائیاں کیں، بلکہ عوام کے ساتھ تعلقات کو بھی بہتر بنایا اور ان کے اعتماد کو بحال کیا۔

ماہنامہ کرائم بیورو سے گفتگو کرتے ہوئے ایس ایچ او سرجانی ٹاؤن، غلام حسین پیرزادہ نے اپنے دو ماہ کے عرصے میں کیے گئے اہم اقدامات اور ان کی کامیابیوں کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔

انسپکٹر غلام حسین پیرزادہ نے سرجانی ٹاؤن پولیس اسٹیشن کی قیادت سنبھالنے کے بعد کئی اہم اقدامات کیے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ ان دو مہینوں میں انہوں نے **50** سے زائد اسٹریٹ کرمنلز کو گرفتار کیا، جو عوام کو لوٹتے تھے۔ ان کے مطابق، ان گرفتاریوں کے نتیجے میں علاقے میں جرائم کی شرح میں واضح کمی آئی ہے۔ اس کے علاوہ، کئی ڈاکوؤں کے گروہ بے نقاب کر کے ان کی سرگرمیاں ختم کیں۔ یہ سب اقدامات علاقے میں امن و سکون قائم کرنے کے لیے کیے گئے تھے۔

انسپکٹر پیرزادہ نے ایک اور بڑی کامیابی کی اطلاع دی، جس کے مطابق ان کی ٹیم نے کراچی کے مختلف علاقوں سے چھینی یا چوری کی گئی **25** سے **30** موٹر سائیکلیں بازیاب کیں۔ اس کے علاوہ، ایک خاص کامیابی اس وقت حاصل ہوئی جب انہوں نے ایک گینگ کا سراغ لگایا، جس میں ایک خاتون اور مرد شامل تھے، اور اس گینگ سے **142** موٹر سائیکلیں برآمد کی گئیں۔ اس کارروائی کے نتیجے میں اس گینگ کا خاتمہ کیا گیا اور علاقے میں مزید سکون آیا۔

انسپکٹر پیرزادہ نے اپنے اقدامات میں عوامی تعاون کو انتہائی اہم قرار دیا۔ انہوں نے عوام کے ساتھ مل کر سرجانی ٹاؤن میں چوکیداری سسٹم کو دوبارہ بحال کرنے کی کوشش کی۔ ان کے مطابق، یہ سسٹم عوام کی مدد سے بنایا گیا ہے اور اس کا مقصد علاقے میں جرائم کو روکنا تھا۔ چوکیداری سسٹم کی بحالی نے علاقے میں جرائم کی شرح کو نمایاں طور پر کم کر دیا ہے۔

پولیس اور عوام کے درمیان بہتر تعلقات قائم کرنے کے لیے بھی ایس ایچ او غلام حسین پیرزادہ نے خاص طور پر کام کیا۔ ان کا کہنا تھا، ”ہم عوام کے لیے ہیں، اور ان کی مدد کرنا ہماری اولین ترجیح ہے۔“ سرجانی ٹاؤن میں پولیس پکٹ قائم کی گئی ہے، جہاں عوام کسی بھی وقت مدد حاصل کر سکتے ہیں۔ ایس ایچ او کا ماننا ہے کہ عوام کے ساتھ تعاون کے بغیر پولیس کا کام مکمل نہیں ہو سکتا، اور یہی وجہ ہے کہ وہ عوام کے ساتھ قریبی روابط قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

انسپکٹر پیرزادہ نے اس بات پر زور دیا کہ ان کے زیر سماعت کیسوں میں مضبوط شواہد پیش کیے گئے ہیں، اور وہ اُمید رکھتے ہیں کہ عدالتوں سے ان جرائم پیشہ افراد کو سزا ملے گی۔ ان کا کہنا تھا کہ جو بھی کیس ان کے اسٹیشن میں درج کیا جاتا ہے، اس کا فوری ازالہ کیا جاتا ہے اور ان کے اسٹیشن کے دروازے عوام کے لیے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں۔

1995 میں پولیس فورس میں بھرتی ہونے والے انسپکٹر پیرزادہ نے اپنی طویل خدمت کے دوران کراچی کے مختلف تھانوں اور اندرون سندھ میں اپنی خدمات انجام دی ہیں۔ ان کا کہنا تھا، ہم عوام کے خدمت گزار ہیں۔ اگر کسی کے ساتھ کوئی واردات یا زیادتی ہوتی ہے، تو اسے بلا جھجھک ایف آئی آر درج کروانی چاہیے۔ ہم اس کی شکایت کا فوری طور پر ازالہ کریں گے۔“

انسپکٹر غلام حسین پیرزادہ کی سرجانی ٹاؤن میں کی جانے والی محنت اور عزم نے علاقے کے امن کو بہتر بنایا ہے اور عوام کا پولیس پر اعتماد بحال کیا ہے۔ ان کی کامیاب قیادت، عوامی تعاون، اور پولیس کی شفافیت کے باعث سرجانی ٹاؤن میں جرائم کی شرح میں واضح کمی آئی ہے، جو ایک مثالی اقدام کے طور پر دیگر تھانوں کے لیے بھی ایک سبق بن سکتی ہے۔

رپورٹ۔۔زاہد علی شاہ

نفسیاتی اذیت، بدسلوکی اور دوبارہ زندگی کی امید: ایک بیوی کی جدوجہد

آج کے دور میں جہاں معاشرتی اور قانونی انصاف کو بہتر بنانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں، وہیں کچھ خواتین ایسی مشکلات کا سامنا کر رہی ہیں جو نہ صرف ان کے جسمانی اور ذہنی سکون کو متاثر کرتی ہیں بلکہ ان کی عزت نفس اور مستقبل کو بھی خطرے میں ڈال دیتی ہیں۔ ثناء کی کہانی اسی دردناک حقیقت کی عکاسی کرتی ہے، جس میں ایک بیوی کو اپنے شوہر اور سسرال والوں کی طرف سے ذہنی اذیت، بدسلوکی اور بے حسی کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن اس کہانی کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ اس نے تمام تر مشکلات کے باوجود دوبارہ اپنے شوہر کے ساتھ زندگی گزارنے کی امید اور ارادہ رکھا۔

ثنا کی کہانی: ایک آزمائش کی داستان

ثناء کا رشتہ اس کے شوہر وسیم سے تین سال تک برقرار رہا۔ ایک جانب جہاں یہ رشتہ باہمی رضامندی سے طے پایا تھا، وہیں دوسری جانب اس نے کبھی بھی اپنے شوہر یا سسرال والوں کی طرف سے ایسی کوئی علامت نہیں دیکھی تھی جو یہ ظاہر کرتی کہ وہ اس رشتہ کو سنجیدگی سے اختیار کریں گے۔ اس کا خواب ایک خوشحال زندگی کا تھا، مگر اس نے جو حقیقت جھیلی، وہ کسی بھی بیوی کے لیے ایک تلخ حقیقت بن گئی۔

شادی کے بعد کی صورتحال: ایک تبدیلی کا آغاز

شادی کے بعد ثناء کا سامنا اس کی ساس اور نندوں کے غیر متوازن اور غیر معقول رویوں سے ہوا۔ جہاں پہلے وہ اس کی طرف محبت اور احترام کا اظہار کرتے تھے، وہیں اب ان کی بدگمانیوں اور چھوٹی چھوٹی باتوں کی بنیاد پر لڑائیوں نے اس کے ذہنی سکون کو برباد کر دیا۔ اس دوران اس کا شوہر، جو ابتدا میں محبت اور احترام کا مظاہرہ کرتا تھا، آہستہ آہستہ ساس اور نندوں کے اثر میں آ گیا اور ان کی حمایت کرنے لگا۔ اس کی خاموشی نے ثناء کو مزید مایوس کر دیا۔

حمل اور اذیتیں: نفسیاتی اور جسمانی تکلیف کا سامنا

ثناء کی زندگی میں ایک اور مشکل تب آئی جب اس نے اپنے شوہر کو حمل کی خوشخبری دی۔ اس خوشخبری کے بعد، جہاں ایک طرف یہ امید تھی کہ اس کا شوہر اور سسرال والے اس کے لیے مددگار ثابت ہوں گے، وہیں دوسری طرف اس کا سسرال مکمل طور پر لاتعلق ہو گیا۔ اس کی حالت میں بگڑاؤ آنا شروع ہو گیا، اور کوئی بھی اس کا خیال رکھنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ نہ تو اس کا شوہر اس کا خیال رکھ رہا تھا اور نہ ہی سسرال والوں نے اس کی حالت پر توجہ دی۔ اس دوران اس کے جسمانی حالات بھی خراب ہوئے، مگر اس کی ساس اور نندیں اس کے درد کو نظر انداز کرتی رہیں۔

دوسری شادی کا انکشاف: جھوٹے وعدے اور دکھ

ثناء کے لیے سب سے بڑا دھچکا اس وقت لگا جب اس نے سنا کہ اس کا شوہر دوسری شادی کی تیاری کر رہا ہے۔ اس کے والدین کا سایہ سر سے اُٹھ چکا تھا، اور وہ اپنی زندگی میں اس قدر اکیلا محسوس کرنے لگی کہ اس کا شوہر بھی اس کا ساتھ چھوڑنے کی تیاری کر رہا تھا۔ اس خبر نے اس کے دل میں ایک اور سوال پیدا کر دیا۔ کیا وہ اپنے اور اپنے بچے کے حق میں بہتر فیصلہ کرنے کا اختیار رکھتی ہے؟

مالی اور جذباتی استحصال: سسرال کا دھوکہ

شادی کے بعد، اس کے سسرال والوں نے نہ صرف اس کا ذہنی استحصال کیا بلکہ مالی استحصال بھی کیا۔ اس کی جواہرات کو بہانے سے لے لیا گیا اور اسے اپنے سامان کے حوالے سے دھوکہ دیا گیا۔ اس کے شوہر اور سسرال والوں کی جانب سے اس پر مختلف الزامات لگائے گئے اور اس کو ذہنی طور پر ٹارچر کرنے کے لیے دھمکیاں دی گئیں۔

دوبارہ زندگی کا آغاز: اپنی عزت اور بچے کی خاطر

اگرچہ ثناء کے ساتھ جو کچھ ہوا، وہ ناقابل برداشت تھا، لیکن اس نے کبھی ہمت نہیں ہاری۔ اس کے دل میں ہمیشہ یہ خواہش تھی کہ اس کے بچے کا مستقبل محفوظ ہو اور وہ اپنے شوہر کے ساتھ ایک بہتر زندگی گزارے۔ اس نے سمجھوتے کیے، ماضی کی تلخ یادوں کو اپنے دل میں دفن کیا، اور اپنی زندگی کو دوبارہ سے اپنے شوہر کے ساتھ گزارنے کا عزم کیا۔

وہ اپنے بچے کے مستقبل کے لیے کوشش کرنا چاہتی تھی، اور اس نے اپنے شوہر کے ساتھ دوبارہ ایک خوشحال زندگی گزارنے کی امید نہیں چھوڑی۔ اس کا یہ عزم تھا کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ ایک نیا آغاز کرے گی، جہاں محبت، سمجھوتہ اور احترام ہو۔ وہ چاہتی تھی کہ اس کے شوہر کو اس کی تکالیف کا احساس ہو، اور وہ دونوں مل کر اپنے تعلق کو دوبارہ بہتر بنائیں۔

قانونی اقدامات کی ضرورت: انصاف اور تحفظ

اس کہانی میں جو سب سے اہم بات ہے وہ یہ کہ ایک خاتون کو اپنی زندگی کے حق میں فیصلہ کرنے کا مکمل اختیار حاصل ہونا چاہیے۔ ثناء کی حالت کی سب سے بڑی مثال یہ ہے کہ اسے نہ صرف ذہنی اذیت کا سامنا کرنا پڑا، بلکہ اس کے حقوق بھی مسلسل پامال ہوئے۔ اس میں سے ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک بیوی کو اپنے حق کے لیے آواز اٹھانے کا حق کیوں نہیں؟ اس پر قانونی کارروائی کرنے کی ضرورت کیوں نہیں؟

خاتمہ: ایک نئی شروعات کی امید

ثناء کی کہانی ہمیں ایک اہم سبق دیتی ہے۔ اس میں، نہ صرف اس کی زندگی کے مسائل کی گہرائی کو سمجھا جا سکتا ہے، بلکہ یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ کس طرح معاشرتی اور خاندانی دباؤ کسی شخص کی زندگی کو مفلوج کر دیتا ہے۔ تاہم، ثناء نے کبھی ہمت نہیں ہاری، اور اس نے اپنے بچے کی خاطر سمجھوتے کیے، لیکن ایک بات ضرور ذہن میں رکھی کہ وہ خود کی عزت اور اپنے مستقبل کی حفاظت کے لیے لڑے گی۔

اسکے باوجود، وہ اپنے شوہر کے ساتھ دوبارہ زندگی گزارنے کی امید رکھتی ہے۔ اسکی کہانی یہ پیغام دیتی ہے کہ انسان اپنی مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے بھی دوبارہ ایک نئے آغاز کی طرف قدم بڑھا سکتا ہے۔ لاء اینڈ آرڈر کے افسران اور حکومتی اداروں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس طرح کے معاملات میں فوری طور پر مداخلت کریں اور متاثرہ افراد کو تحفظ فراہم کریں تاکہ وہ دوبارہ اپنی زندگی کے فیصلے خود کر سکیں اور انکی زندگی کے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار صرف ان کے ہاتھ میں ہو۔

لاہور میں لاوارثوں کا قبرستان:

سینکڑوں خاندانوں کیلئے انتظار کی اذیت ختم کیوں نہیں ہو پا رہی؟

دن تو کسی نہ کسی طرح ناامیدی اور امید کے درمیان بیٹے کی تلاش میں ایک سے دوسری جگہ جاتے گزر ہی جاتا ہے مگر یہ رات ہوتی ہے جسے کاٹنا نسرین بی بی کے لیے بہت کٹھن ہو جاتا ہے۔ وہ تھک ہار کر جب تکیے پر سر رکھتی ہیں تو وسوسے اور خدشات انھیں آن گھیرتے ہیں۔ 'وہ بول نہیں سکتا، کسی کو بتا نہیں سکتا کہ اسے بھوک لگی ہے۔ کوئی دے دے تو کھا لے گا، نہ دے تو۔۔۔' اس سے کے بعد اُن کی آنکھوں سے آنسو نکلنے کا سلسلہ نہیں تھمتا۔ وہ خود کو دلا سے بھی دیتی ہیں۔ 'کہیں نان کی دکان دیکھے گا تو ضرور مانگے گا کہ میں نے نان کھانا ہے۔ مگر رات کو اپنے آپ کو دیے جانے والے یہ زیادہ تر دلاسے بھی کام نہیں کرتے۔ نسرین کی آنکھیں اندر کو دھنس چکی ہیں اور اُن پر سوجن رہتی ہے اور اپنے **22** سالہ بیٹے عمیر کے ذکر پر یہ آنکھیں بُری طرح چھلک پڑتی ہیں۔

نسرین بی بی اور اُن کے خاوند محمد اقبال کی کہانی میں بے بسی کے اس باب کو شروع ہوئے ایک برس ہونے کو ہے۔ یہ گذشتہ رمضان کے مہینے کا ایک دن تھا جب ذرا سی دیر کے لیے اُن کی نظر چوکی اور اُن کے بیٹے محمد عمیر اقبال اکیلے ہی گھر سے باہر نکل گئے۔ ان کے دو بیٹوں میں عمیر چھوٹے ہیں۔ اُن کی عمر تو اس وقت **22** برس تھی مگر اُن کا ذہنی توازن درست نہیں اور وہ بول بھی نہیں سکتے۔ چھوٹے بچوں کی طرح اُن کے والدین نے ہمیشہ انھیں اپنی آنکھوں کے سامنے رکھا۔ وہ کہیں بھی جاتے والدین کے ساتھ جاتے۔ عمیر کی چھوٹی چھوٹی خوشیاں تھیں۔ سارا سارا دن چائے پینا یا پھر کولڈ ڈرنک۔ کسی کے ہاتھ میں بھی دیکھتے تو پکڑ لیتے تھے اور پھر کولڈ ڈرنک میں استعمال ہونے والے پلاسٹک کے سٹرا جمع کرنا اور ان سے کھیلنا ان کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ کرنسی نوٹ اکٹھے کر کے ہوا میں اچھالنا اور پھر خوشی میں تالیاں بجانا بھی۔ 'ایسے کر کے پیسے انھیں ہوا میں پھینکتا اور مجھے کہتا تھا 'دیکھو' اور پھر ہنستا اور تالیاں بجاتا۔' نسرین بی بی نے آج بھی وہ کولڈ ڈرنک سنبھال کر رکھی ہے جسے پینے کا عمیر کو موقع نہ ملا اور وہ سٹرا بھی جن سے عمیر کھیلتا تھا۔ اُن کی انھی خوشیوں سے نسرین بی بی اور محمد اقبال کے لاہور کے علاقے گجرپورہ چائنہ سکیم میں واقع چھوٹے سے تین مرلہ گھر میں خوشیاں تھیں۔ محمد اقبال ہاکر ہیں اور اخبار بیچتے ہیں۔ ان کا بڑا بیٹا رکشہ چلاتا ہے۔ گھر کا گزر بسر اچھا چل رہا تھا۔ لیکن عمیر کی تلاش میں ان کے گھر کی خوشیاں بھی جا چکی ہیں اور ایک حصہ بھی۔ اخراجات اٹھانے کے لیے انھیں اسے بیچنا پڑا۔ وہ انھیں ہر اُس جگہ تلاش کر چکے ہیں جہاں سے گمشدہ افراد کے ملنے کے امکانات ہوتے ہیں۔ انتظار میں بیٹھی عمیر کی ماں کو سمجھ نہیں آتی کہ وہ آخر کہاں چلے گئے، تو وہ بے بسی سے بس رو دیتی ہیں۔ 'ہمارے لیے وہ سب کچھ تھا۔ ہمارا گھر ویران کر گیا۔ ہم ایسے بیٹھے ہوتے ہیں فقیروں کی طرح۔'

نسرین بی بی کہتی ہیں ان کا دل کہتا ہے کہ عمیر زندہ ہیں۔ تاہم وہ یہ بھی جانتی ہیں کہ حادثے زندگی کی حقیقت ہیں۔ وہ مردہ خانوں اور قبرستانوں میں بھی انھیں ڈھونڈنے جاتی ہیں۔ ان کی مشکل یہ ہے کہ گذشتہ ایک برس میں لاہور کے مردہ خانوں میں آنے والی سینکڑوں لاشیں شناخت ہوئے بغیر یا لاوارث دفن ہو چکی ہیں۔

لاوارثوں کا قبرستان

لاہور کے مضافات میں دو ایکڑ رقبے پر پھیلا ایک ایسا قبرستان ہے جہاں اُن لوگوں کو دفن کیا گیا جا رہا ہے جن کی شناخت نہیں ہو پاتی یا ان کے ورثا نہیں مل پائے۔ چوہدری جمشید نامی ایک مقامی زمیندار نے یہ جگہ 'اکبر صفہ ویلفیئر سوسائٹی' نامی فلاحی ادارے کو دے رکھی ہے۔ اس ادارے کے سربراہ لاہور کے رہائشی ملک اکبر گذشتہ ڈھائی برسوں سے پولیس کی معاونت میں یہاں ایسی لاشوں کی تدفین کا کام کر رہے ہیں۔ اس سے قبل ایسی لاوارث لاشیں لاہور کے سرکاری ہسپتالوں کے مردہ خانوں میں گنجائش سے کہیں زیادہ جمع ہو جاتی تھیں۔ اب تک ملک اکبر اور ان کے رضا کار ساتھی یہاں لگ بھگ **1400** لاشیں دفن کر چکے ہیں۔ ان میں **600** کے قریب لاشیں انھوں نے صرف گذشتہ برس یہاں دفن کی ہیں۔ لاشوں کو شناخت کرنے یا ان کے ورثا کو تلاش کرنے کی ذمہ داری پولیس کی ہے۔ جب پولیس کو اس میں کامیابی نہیں ہوتی تو قانونی کارروائی مکمل کرنے کے بعد اکبر صفہ ویلفیئر سوسائٹی کی مدد سے لاوارث لاشوں کو مردہ خانوں سے اس قبرستان منتقل کرتے ہیں جہاں پولیس کی نگرانی میں ان کی آخری رسومات ادا کر کے امانتاً دفن کر دیا جاتا ہے۔ دفن کرنے سے قبل اُن کے بائیومیٹرکس اور تصاویر لے لی جاتی ہیں۔ ان کا ریکارڈ ملک اکبر کے پاس بھی موجود ہوتا ہے۔ بی بی سی سے بات کرتے ہوئے انھوں نے بتایا کہ پولیس کو ملنے والی نامعلوم لاشوں کی شناخت کے لیے کچھ عرصہ قبل بائیومیٹرک سسٹم کو استعمال کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ تاہم اس میں زیادہ کامیابی نہیں ہو پائی۔ 'اس سسٹم کے تحت بہت کم لاشوں کے ورثا مل پاتے تھے۔ باقی ساری لاشیں یہاں لاوارثوں کے قبرستان میں آ جاتی ہیں۔' وہ کہتے ہیں گذشتہ برس لاہور سے ملنے والی جو نامعلوم **600** لاشیں انھوں نے امانتاً دفن کیں ان میں سے بھی صرف **40** یا **50** کے قریب کی شناخت ممکن ہو پائی۔

عمیر کی تلاش کا کٹھن باب

عمیر کے والد محمد اقبال کو جب اُن کی غیر موجودگی کا احساس ہوا تو وہ اُن کے پیچھے گھر کی سیڑھیاں اُتر کر نیچے دوڑے۔ باہر کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ عمیر نیچے گلی میں بھی نہیں تھے۔ گلی میں واقع دکان والے نے انھیں بتایا کہ وہ اس گلی کی طرف نکلے ہیں جو محلے سے باہر جاتی ہے۔ محمد اقبال ان کے پیچھے گلیوں میں بھی بھاگے لیکن وہ نہیں ملے۔ عمیر کی والدہ اس وقت کسی کام سے گھر سے باہر تھیں۔ وہ واپس آئیں تو دونوں نے موٹر سائیکل پر بیٹھ کر قریبی پورے علاقے میں ان کو تلاش کیا۔ مایوس ہو کر وہ شام کو گھر واپس لوٹے۔ اگلے ہی روز انھوں نے پولیس سے رابطہ کیا۔ ابتدائی طور پر انھیں زیادہ مدد نہیں ملی۔ انھوں نے مختلف جگہوں پر لگے کیمروں کا ریکارڈ چیک کروایا۔ ان میں عمیر انھیں نظر آ گئے۔ پھر پولیس کی مدد سے انھوں نے سیف سٹی اتھارٹی کے سی سی ٹی وی کیمرے چیک کیے۔ ان میں بھی گھر سے لگ بھگ پانچ سات کلومیٹر دور ایک مقام تک انھیں عمیر جاتے ہوئے دکھائی دیے۔ محمد اقبال کہتے ہیں کہ 'وہ اکیلا ہی چلا جا رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں وہ کولڈ ڈرنک کا سٹرا تھا جسے وہ اپنی انگلی پر لپیٹ رہا تھا۔' تاہم رضا کنڈہ نامی ایک جگہ سے آگے کیمرے ان کی مدد نہیں کر پائے۔ اس سے آگے انھیں نہیں معلوم ہو پایا کہ عمیر کس طرف کو چلے گئے۔ نسرین بی بی کہتی ہیں وہ اور ان کے خاوند اس دن کے بعد سے ہر ایک دن عمیر کی تلاش میں نکلتے ہیں۔ 'میں نے کوئی تھانہ نہیں چھوڑا، کوئی ہسپتال نہیں چھوڑا، کوئی دربار نہیں چھوڑا۔ ہر علاقے میں گئی ہوں۔

نہیں یہ میرا بیٹا نہیں

انتہائی بوجھل قدموں کے ساتھ وہ دونوں میاں بیوی ہر کچھ عرصہ بعد اکبر صفہ ویلفیئر سوسائٹی کے دفتر بھی جاتے ہیں۔ یہاں سے بھی انھیں عمیر کے بارے خبر مل سکتی ہے۔ لیکن شاید دل ہی دل میں نسرین بی بی چاہتی ہیں کہ ایسا نہ ہو۔ جب ملک اکبر انھیں اپنے پاس موجود دستاویزات پر موجود تصویریں دکھاتے ہیں تو ہر پلٹتے ورق اور دھڑکتے دل کے ساتھ وہ بھرائی ہوئی آواز میں کہتی رہتی ہیں 'نہیں یہ میرا بیٹا نہیں۔' ان کے چہرے پر اطمینان اور تھکن کے ملے جلے تاثرات نظر آتے ہیں۔ ملک اکبر کے پاس موجود تصویروں میں کچھ قابل شناخت ہوتی ہیں، کچھ نہیں ہوتیں۔ جو لاشیں قابل شناخت نہیں ہوتیں ان کے ورثا کو تلاش کرنے کے لیے بائیومیٹرکس یعنی انگوٹھوں اور انگلیوں کے نشانات کو استعمال کر کے نادرا کے ریکارڈ میں ان کا فیملی ٹری تلاش کیا جاتا ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ اگر ایسا کرنا ممکن ہے تو ساڑھے پانچ سو سے قریب ان افراد کے ورثا کا سراغ کیوں نہیں مل پایا۔

عید الفطر

Eid-ul-Fitr

کرائم بیورو کی طرف سے عید کی خوشیاں سب کیلئے

مستحق افراد کی عزت کے ساتھ

بے لوث جو خوشیاں بانٹیں، وہی
اصل عطا ہوتی ہیں
چہرے چھپا کے دیں جو کرم، وہی
نیکیاں بقا ہوتی ہیں

عید الفطر مُسرتوں کا تہوار ہے۔ یہ صرف ایک دن کا جشن نہیں بلکہ اخوت، محبت اور دوسروں کے دُکھ سُکھ میں شریک ہونے کا درس دیتا ہے۔ جب پورا معاشرہ عید کی تیاریوں میں مصروف ہوتا ہے تو ایسے گھرانے بھی ہوتے ہیں جہاں عید کی صبح خوشیوں کے بجائے فکروں میں گھری ہوتی ہے۔ وہ بچے جو نئے کپڑوں کا خواب دیکھتے ہیں، وہ مائیں جو اپنے بچوں کو مسکراتا دیکھنا چاہتی ہیں، اور وہ باپ جو وسائل کی کمی کے باعث افسردہ بیٹھے ہوتے ہیں یہ سب توجہ کے مستحق ہیں۔

ہم میں سے جو لوگ اللہ کے فضل سے صاحبِ استطاعت ہیں، اُن پر یہ اخلاقی اور انسانی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ مستحق افراد کو اپنی خوشیوں میں شریک کریں یہ ایک ایسا عظیم عمل ہے، جس سے نہ صرف دینے والے کا دل مطمئن ہوتا ہے بلکہ لینے والے کی آنکھوں میں امید اور خوشی کے چراغ بھی جل اٹھتے ہیں۔

لیکن اس نیکی کے کام میں ایک بہت ہی نازک پہلو بھی ہے، جسے نظر انداز کرنا کئی دلوں کو ٹھیس پہنچا سکتا ہے ہم نے دیکھا ہے کہ بعض اوقات لوگ جب ضرورت مندوں میں راشن، کپڑے یا دیگر امداد تقسیم کرتے ہیں تو ان کے چہروں کی تصویریں لے کر سوشل میڈیا یا دیگر پلیٹ فارمز پر ڈال دیتے ہیں۔ یہ عمل بظاہر تو نیکی کا پرچار لگتا ہے، لیکن درحقیقت یہ سادہ لوح افراد کے دلوں کی عزتِ نفس پر ایک بوجھ بن جاتا ہے۔

کوئی بھی شخص غربت کا انتخاب خود نہیں کرتا بعض اوقات زندگی کے حالات ایسے بن جاتے ہیں کہ خوشحال لوگ بھی بے بسی کا شکار ہو جاتے ہیں ان کیلئے کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا یا امداد قبول کرنا پہلے ہی ایک مُشکل فیصلہ ہوتا ہے اور جب اس لمحے کو کیمرے میں قید کر کے سب کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، تو یہ ان کی عزتِ نفس کیلئے ایک بہت بڑا امتحان بن جاتا ہے اللہ کے فضل سے جو لوگ حقیقی معنوں میں نیکی کرنا چاہتے ہیں، انہیں چاہیے کہ وہ دینے والے ہاتھ کو نمایاں کریں، مگر لینے والے ہاتھ کو عزت کے پردے میں رکھیں اگر کسی کو نیکی کی ترغیب دوسروں تک پہنچانی ہو، تو وہ ضرور پہنچائیں، مگر مستحق افراد کے چہروں کو چھپا کر، ان کی عزتِ نفس کو مجروح کیے بغیر۔

ہم سب کو مل کر معاشرے میں یہ سوچ بیدار کرنی ہوگی کہ نیکی صرف دینے کا نام نہیں، بلکہ عزت کے ساتھ دینے کا نام ہے۔ مستحق افراد کو شرمندہ کرنے کے بجائے، انہیں اپنی برابری میں لا کر عید کی خوشیوں میں شریک کریں۔ ان کے ساتھ ایسا برتاؤ کریں کہ وہ خود کو معاشرے کا ایک باعزت فرد محسوس کریں، نہ کہ ایک ایسا محتاج جو کسی کی مدد کا محتاج ہوتا ہے۔

آیئے، ہم سب اس عید پر یہ عہد کریں کہ اگر ہم کسی مستحق فرد کی مدد کا باعث بنیں گے، تو اس کی عزت کا خیال بھی رکھیں گے اور اگر ہم دوسروں کو نیکی کی ترغیب دینے کے لیے تصاویر یا خبریں شائع کریں گے، تو اس میں ان چہروں کو چھپا دیں گے، جو پہلے ہی زندگی کی مشکلات سے نبرد آزما ہیں۔ کیونکہ اصل نیکی وہی ہے جس میں کسی کا ہاتھ تھاما جائے، مگر اسے نیچا نہ دکھایا جائے۔

اللہ کے فضل سے اپنی مدد آپ کے تحت "کرائم بیورو" نے اس ماہِ رمضان میں مستحق افراد کو کراچی، فیصل آباد اور چنیوٹ میں کپڑوں اور نقد کیش کی صورت میں عید تحائف پیش کئے ہیں۔

اللہ اپنے فضل سے ہم سب کو نیکی کے ساتھ ساتھ عزت و احترام کا جذبہ بھی عطاء فرمائے۔ آمین (ڈپٹی ایڈیٹر: مارشا امر)

Ramadan Kareem

کراچی

ماہنامہ کرائم بیورو کراچی

کرائم بیورو کے ایڈیٹر عرفان ساگر، چیف رپورٹر انور سلطان، کرائم رپورٹر راؤ عدنان، سہیل عارف، مرزا فہد و دیگر اسٹاف تقریب میں شریک ہیں

Ramadan Kareem

فیصل آباد

محمد عبداللہ، کرائم بیورو کی طرف سے فیصل آباد میں عید تحائف پیش کرتے ہوئے

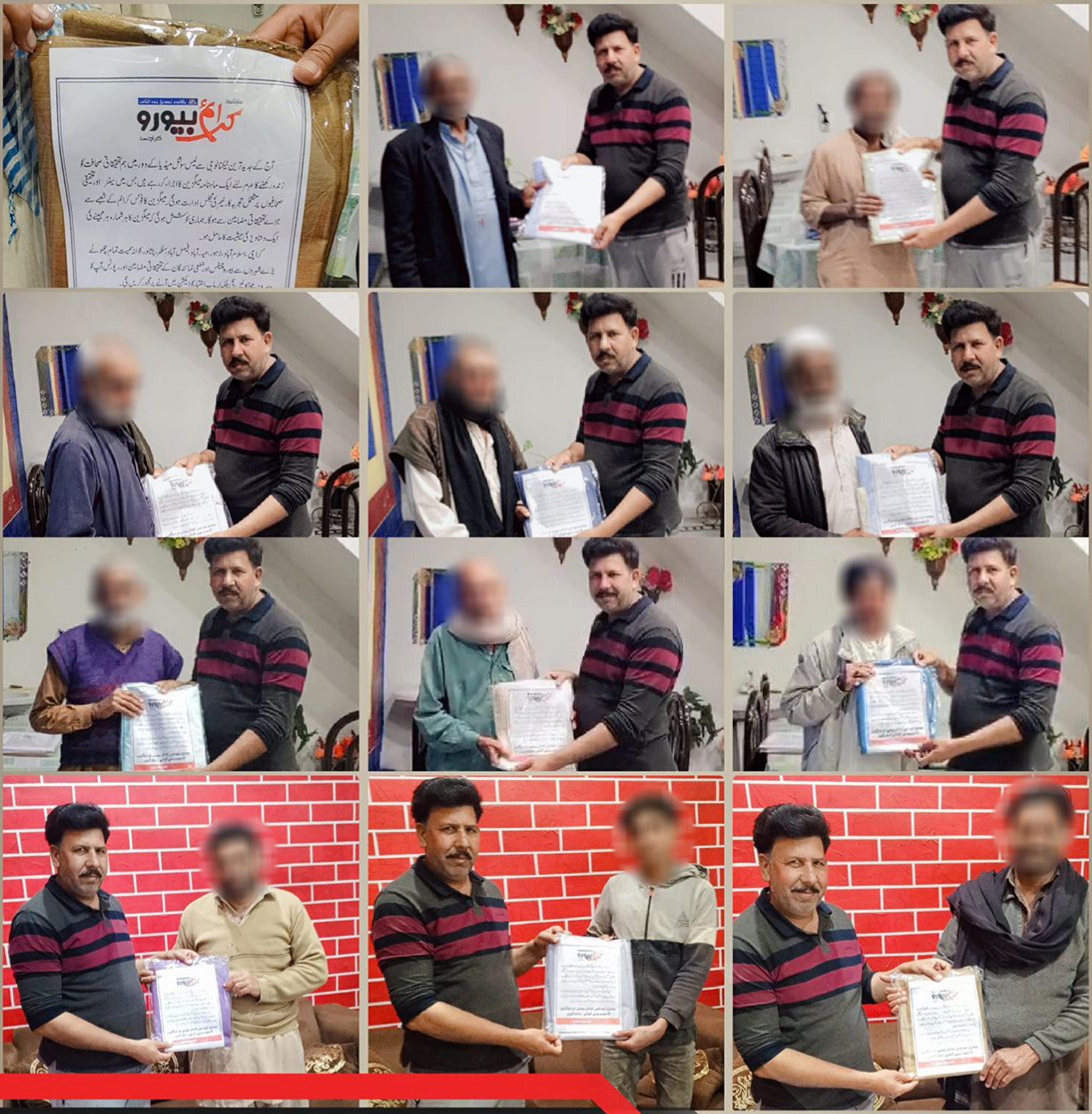

Ramadan Kareem

چنیوٹ

اویس آرائیں، کرائم بیورو کی طرف سے چنیوٹ میں عید تحائف پیش کرتے ہوئے

ماہنامہ کرائم بیورو کراچی

پاڑہ چنار کے راستے کی بندش:

زندگی میں پہلا رمضان جس میں افطار کے لیے کھجور تک دستیاب نہیں

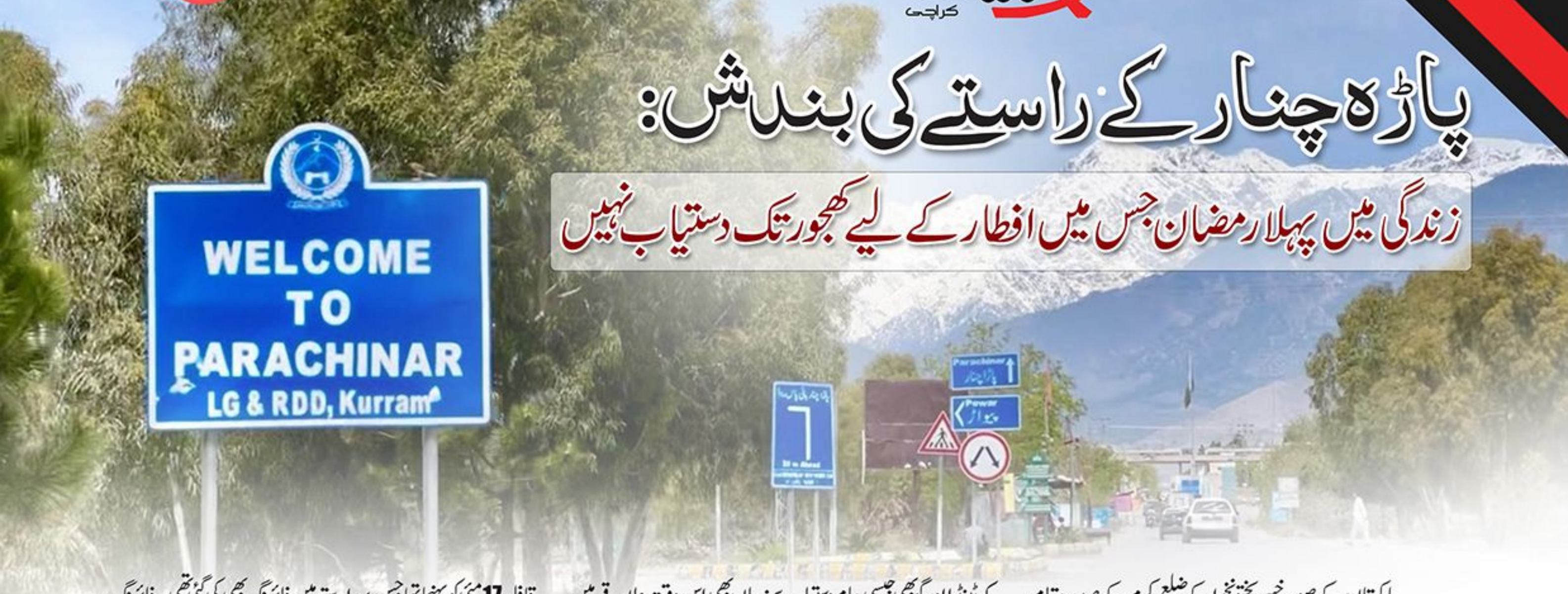

پاکستان کے صوبہ خیبر پختونخوا کے ضلع کرم کے صدر مقام پاڑہ چنار میں راستوں کی بندش کے خلاف احتجاجی دھرنا تیسرے روز میں داخل ہو چکا ہے جس میں کرم کے رہائشی صوبائی حکومت سے آمدو رفت کے راستے کھولنے اور اُن کی جان و مال کی حفاظت کے لیے اقدامات کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ یاد رہے کہ پاڑہ چنار اور اس سے منسلک دیگر چھوٹے دیہات کا رابطہ پاکستان کے دیگر علاقوں سے گذشتہ پانچ ماہ سے منقطع ہے جس کے باعث پہاڑوں میں گھرے اس علاقے میں خوراک اور دیگر بنیادی اشیائے ضروریہ کی شدید قلت پیدا ہو چکی ہے۔ یہاں کے لوگوں کا کہنا ہے کہ ماہ رمضان کی آمد کے بعد سے صورتحال مزید گھمبیر ہوئی ہے اور بیشتر افراد کو افطار کے لیے کھجور تک دستیاب نہیں ہے جبکہ سحری میں چائے، روٹی پر گزارہ ہو رہا ہے۔ خیبر پختونخوا کی حکومت کی جانب سے قافلوں کی صورت میں کھانے پینے کی اشیا، اشیائے ضروریہ اور دیگر سامان سے لدی گاڑیاں بھجوائے جانے کا عمل جاری ہے تاہم ان قافلوں پر بار بار ہونے والے حملوں کی وجہ سے یہ عمل تعطل کا شکار رہتا ہے۔

کرم میں ماہ رمضان میں صورتحال کیا ہے؟

ضلع اپر کرم کے شہریوں نے بی بی سی کو بتایا کہ ماہ رمضان میں خوراک کی اتنی قلت ہے کہ لوگوں کو افطار کے لیے کھجور تک دستیاب نہیں ہے جبکہ وہ سحری اور افطار میں صرف چائے اور روٹی پر گزارہ کر رہے ہیں۔ یاد رہے کہ ضلع کرم میں حالات اکتوبر **2024** میں اُس وقت خراب ہوئے تھے جب مسافر قافلوں پر پے در پے حملوں کے واقعات پیش آئے تھے۔ ان واقعات کے نتیجے میں درجنوں افراد ہلاک ہوئے تھے جبکہ اس کے ردعمل میں علاقے میں متعدد مکانات اور دکانوں کو نذر آتش کیا گیا تھا۔ ان واقعات کے بعد علاقے میں خوراک اور اشیائے ضروریہ کی شدید قلت پیدا ہوئی اور حکام کی جانب سے اس صورتحال سے نمٹنے کے لیے انتہائی سکیورٹی میں قافلوں کی صورت میں امدادی اشیا کو علاقے میں بھیجا گیا مگر ان قافلوں پر بھی حملے ہوئے اور چند ٹرک ڈائیوروں کو اغوا بھی کیا گیا۔ مقامی لوگوں نے بتایا سامان سے لدے ٹرکوں پر مشتمل کانوائے کی صورت میں آنے والی گاڑیاں بمشکل ہی کرم تک پہنچ پاتی ہیں کیونکہ روانہ ہونے والی بیشتر گاڑیوں کو راستے ہی میں روک لیا جاتا ہے۔ کرم کے مقامی افراد نے بتایا کہ اس صورتحال کے باعث انھیں سبزیاں اور پھل انتہائی مہنگے نرخوں پر مل رہے ہیں۔ شہریوں نے بتایا کہ ٹینڈا اور گوبھی جیسی عام دستیاب سبزیاں بھی اس وقت علاقے میں **300** روپے سے **400** روپے فی کلو میں فروخت ہو رہی ہیں جبکہ پیاز کی فی کلو قیمت **300** روپے ہے۔ ان کے مطابق مقامی طور پر پیدا ہونے والی سبزیاں تو مناسب ریٹ پر مل جاتی ہیں مگر باہر کے شہروں سے آنے والی تمام سبزیاں انتہائی مہنگے نرخوں سے مل رہی ہیں۔

کرم سے تعلق رکھنے والی مسرت بنگش ایک سماجی کارکن ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ لوگ اب یہ سوچ رہے ہیں کہ اگر یہی صورتحال جاری رہی تو شہری فاقوں مر جائیں گے یا پھر وہ کوئی انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور ہوں گے کیونکہ یہاں عام رائے یہی ہے کہ حکومت اس صورتحال سے نمٹنے میں مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہے۔ ان کے مطابق ضلع کرم میں گذشتہ پانچ ماہ کے دوران محض دس کے لگ بھگ اشیا سے لدے ٹرکوں پر مشتمل کانوائے بھیجے گئے ہیں جس میں پانچ لاکھ سے زیادہ آبادی کے اس علاقے کے لیے سبزیاں، ادویات اور کچھ دیگر اشیا پہنچائی گئی ہیں لیکن یہ سب آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ مسرت بنگش کے مطابق آپ خود سوچیں جب ماہ رمضان میں ٹماٹر **500** روپے سے **600** روپے فی کلو ملنے لگ جائیں تو غریب آدمی یہ کیسے خریدے گا۔ انھوں نے بتایا کہ گذشتہ برسوں میں ماہ رمضان میں اُن کے گھر بڑا دسترخوان سجتا تھا کیونکہ اس علاقے کے لوگ خوش خوراک ہیں اور یہاں کھلے دل سے لوگ خریداری بھی کرتے تھے اور لوگوں میں تقسیم بھی کرتے تھے، لیکن اس مرتبہ حالات بالکل مختلف ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ اس رمضان میں سحری اور افطاری دونوں اوقات چائے کے ساتھ روٹی کھا کر گزارہ کر رہے ہیں۔ غریب لوگوں کے گھروں میں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ دودھ کچھ مقامی طور پر مل جاتا ہے اور گندم اور آٹا بھی بہت تھوڑا رہ گیا ہے۔ اس صورتحال کے خلاف گذشتہ تین روز سے جاری احتجاجی دھرنے میں شریک ملک زرتاج نے بی بی سی کو بتایا کہ کہا جاتا ہے کہ آج روڈ کھل رہا ہے، کل روڈ کھل جائے گا۔ حکومت کا گرینڈ جرگہ عوام کے لیے نہیں، وہ تو سرکاری جرگہ ہے، تکلیف سے عوام گزر رہے ہیں۔ جب تک سڑک نہیں کھولی جائے گی دھرنا کسی صورت ختم نہیں ہو گا۔ پاڑہ چنار سے سینیئر صحافی علی افضل افضال کے مطابق رمضان شروع ہوتے ہی عوام کے صبر کا پیمانہ جواب دے گیا ہے اور ان کے مطابق علاقے میں اشیائے خوردونوش کی شدید کمی ہے۔ واضح رہے کہ پاڑہ چنار میں آخری بار اشیائے خوردونوش کا قافلہ **17** مئی کو پہنچا تھا جس پر راستے میں فائرنگ بھی کی گئی تھی۔ فائرنگ کے واقعے کے بعد چند گاڑیاں واپس چلی گئی تھیں جبکہ شرپسندوں نے دس سے زائد گاڑیوں میں لدا سامان لوٹ کر انھیں آگ لگا دی تھی۔

مقامی صحافی علی افضل کے مطابق کانوائے کی صورت میں آنے والے سامان کی منھ مانگی قیمت طلب کی جاتی ہے اور لوگ یہ قیمت ادا کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ اس سال ماہ رمضان میں پورے شہر میں کھجور تک دستیاب نہیں ہے۔ شاید میری زندگی کا یہ پہلا رمضان ہے کہ ہم کھجور کے بغیر روزہ پانی سے افطار کرنے پر مجبور ہیں۔ پاڑہ چنار ٹریڈ یونین کے صدر حاجی امداد نے بی بی سی کو بتایا کہ پاڑہ چنار کے تاجروں نے رمضان کی آمد کے حوالے سے بڑی تعداد میں اشیائے خوردونوش کی خریداری کی تھی تاہم تین سو کے قریب چھوٹی بڑی گاڑیاں منتظر ہیں کہ کب راستہ کھلے گا اور کب انھیں شہر میں داخلے کی اجازت ملے گی۔ انھوں نے کہا کہ تاجروں کو انتظامیہ کی جانب سے یہ یقین دہانی کروائی گئی تھی کہ روزانہ چار گھنٹے سڑک کھولی جائے گی مگر ایسا ممکن نہیں ہو پا رہا ہے۔ حاجی امداد کے مطابق کرم سے تعلق رکھنے والے تاجروں کا کروڑوں کا نقصان ہو رہا ہے۔ بازاروں کا یہ عالم ہے کہ رمضان میں دکانیں بند ہیں۔ جب سامان ہی نہیں ہو گا تو کون دکانیں کھولے گا۔ حاجی امداد کا کہنا ہے کہ پاڑہ چنار آنے والے اشیا، ادویات اور دیگر سامان سے لدے ٹرک ٹل سے ہنگو کے درمیان مختلف جگہوں پر سامان سمیت کھڑے ہیں اور راستہ کھلنے کے منتظر ہیں۔ مقامی دکانداروں نے بتایا کہ جب راستہ کھلنے کی کچھ امید پیدا ہوتی ہے تو وہ فون پر آرڈر کر کے سامان لوڈ کروا دیتے ہیں، اس لوڈنگ ان لوڈنگ پر بھی خرچہ آتا ہے۔ اُدھر پاڑہ چنار میں پٹرول اور ڈیزل نہ ہونے کی وجہ سے تمام سرکاری اور نجی سکولز بند کر دیے گئے ہیں۔ ہیڈ ماسٹر ایسوسی ایشن کرم کے صدر مرتضیٰ حسین کے مطابق یکم مارچ سے ونٹر زون کے اسکول کھلنے تھے مگر علاقے میں پٹرول کی قلت کے باعث کرم میں تمام سرکاری اور نجی اسکولز بند کر دیے گئے ہیں۔ اسی طرح مارچ **2025** میں پرائیوٹ سکولز کے نئے سیشن کا آغاز ہونا تھا مگر سٹیشنری، یونیفارم کی عدم دستیابی کے باعث یہ سلسلہ رکا ہوا ہے جبکہ مارچ میں سرکاری سکولوں میں سالانہ امتحانات منعقد ہونے تھے جو کہ فی الحال منعقد ہوتے نظر نہیں آ رہے ہیں۔

انسپکٹر انیلہ کی کامیاب تفتیش

13 سالہ لڑکی کو تشویشناک صورتحال سے بچالیا

رپورٹ: زاہد علی شاہ

انسپکٹر انیلہ جو ایس آئی یو گلبرگ ٹاؤن کی انویسٹیگیشن انچارج کے طور پر اپنی ذمہ داریوں کو انجام دے رہی ہیں، نے حالیہ دنوں میں ایک سنگین کیس کی تفتیش کی، جس میں ایک **13** سالہ لڑکی فائزہ کو جال میں پھنسایا گیا۔ اس کیس میں انسپکٹر انیلہ اور ان کی ٹیم نے اپنی محنت اور عزم سے ملزمان کو گرفتار کر کے عدالت میں پیش کیا۔ اس رپورٹ میں اس تفتیش کی تفصیلات اور اس کیس کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

کیس کی تفصیلات

انسپکٹر انیلہ کے پاس ایک انتہائی حساس کیس آیا جس میں ایک **13** سالہ لڑکی، فائزہ، جو ایک مذہبی گھرانے سے تعلق رکھتی تھی، نے اپنے والدین سے موبائل فون کی ضد کی تھی۔ والدین کی جانب سے موبائل دینے کے سخت انکار کے بعد، فائزہ نے اپنے نانا کا موبائل استعمال کرنا شروع کیا اور اس کے ذریعے سوشل میڈیا ایپلیکیشنز پر ایک **35** سالہ شخص، خاور، سے دوستی کر لی۔ خاور لیاقت آباد کا رہائشی تھا اور اس کا مقصد فائزہ کو اپنے جال میں پھنسانا تھا۔

خاور نے فائزہ کو بڑے بڑے خواب دکھائے اور اس کی خواہشات کا فائدہ اٹھا کر اسے کراچی بلایا۔ فائزہ، جو اپنے نانا کا موبائل استعمال کر رہی تھی، نے اپنے موبائل کو گھر پر چھوڑا اور خاور کے ساتھ کراچی آ گئی۔ اس کے بعد خاور نے فائزہ کو تین دن تک اپنے جال میں بہلایا اور پھر اس کو ایک کمرے میں بند کر دیا۔ خاور نے اس لڑکی پر جسمانی تشدد کرنا شروع کر دیا اور اسے ویب سائٹس پر نازیبا مواد بنانے پر مجبور کیا۔

خاور کا منصوبہ

خاور نے فائزہ کو فیشن ایبل بنانے کی کوشش کی تاکہ اس کے ویوز اور فالوورز بڑھیں اور وہ نازیبا مواد سے پیسے کما سکے۔ اس دوران، خاور نے لڑکی کے بال بھی کاٹ دیے تاکہ وہ ویب سائٹس پر مقبول ہو سکے اور اس کے ویوز میں اضافہ ہو۔ اس کے ساتھ ہی خاور نے اپنا موبائل فون بند کر لیا تھا تاکہ کسی کو اس کی سرگرمیوں کا پتہ نہ چلے۔ لیکن فائزہ کے نانا کا موبائل اس کے ہاتھ میں تھا، جس سے بعد میں پولیس کو خاور کی لوکیشن ٹریک کرنے میں مدد ملی۔

تفتیش کا آغاز

انسپکٹر انیلہ نے اس کیس کی تفتیش کے لیے ایف آئی اے اور دیگر اداروں سے مدد لی۔ پولیس کی ٹیم نے خاور کے موبائل نمبر کی ٹریسنگ کی اور ایک دن اس نے اپنا نمبر ایکٹیو کیا، جس سے پولیس کو اس کی لوکیشن کا پتا چلا۔ فوراً کارروائی کرتے ہوئے انسپکٹر انیلہ کی ٹیم نے خاور کے گھر میں چھاپہ مارا اور فائزہ کو وہاں سے بازیاب کیا۔

لڑکی کا بیان اور ملزمان کی گرفتاری

فائزہ نے ابتدائی طور پر اپنا بیان دینے سے گریز کیا کیونکہ وہ خوفزدہ تھی کہ کہیں اس کے ساتھ مزید زیادتی نہ ہو۔ تاہم، انسپکٹر انیلہ نے لڑکی کو اعتماد دلایا اور اس کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا، جس کے بعد فائزہ نے اپنے ساتھ ہونے والی تمام زیادتیوں کی تفصیلات بیان کی۔ اس نے بتایا کہ خاور نے اس پر تشدد کیا، اور اسے ویب سائٹس پر نازیبا مواد بنانے پر مجبور کیا۔

انسپکٹر انیلہ نے نہ صرف خاور کو گرفتار کیا بلکہ اس کے خاندان کے افراد کو بھی اس جرم میں شریک ٹھہرایا، کیونکہ خاور کے گھر والوں کو علم تھا کہ وہ لڑکی کے ساتھ موجود تھا اور اس کے جرم پر پردہ ڈالا۔ اس کے بعد انسپکٹر انیلہ کی ٹیم نے انٹیلیجنس بیسڈ کارروائی کی مدد سے ملزمان کو گرفتار کیا اور انہیں عدالت میں پیش کیا۔

انسپکٹر انیلہ کی حکمت عملی اور محنت

انسپکٹر انیلہ نے اس کیس میں انٹیلیجنس بیسڈ کارروائیوں کا استعمال کیا، جس کی بدولت وہ ملزمان تک پہنچنے میں کامیاب ہوئیں۔ انسپکٹر انیلہ کا کہنا تھا کہ اس کیس میں مختلف اداروں کے ساتھ تعاون بہت اہم رہا، اور تمام محکموں نے مل کر اس کیس کو حل کرنے میں مدد فراہم کی۔ ان کی ٹیم کی محنت اور عزم نے اس کیس کو ایک کامیاب تفتیش میں تبدیل کیا۔

انسپکٹر انیلہ کا پیغام

انسپکٹر انیلہ نے لڑکیوں کو ایک اہم پیغام دیا کہ وہ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا پر غیر محفوظ رابطوں سے بچیں۔ ان کا کہنا تھا کہ انٹرنیٹ پر موجود مواد اور غیر محفوظ روابط کے بڑھتے ہوئے خطرات کے پیش نظر، لڑکیاں کبھی بھی کسی کے جھانسے میں نہ آئیں۔ اگر کسی کو اس طرح کی صورتحال پیش آئے تو فوراً پولیس سے رابطہ کریں تاکہ ان کی مدد کی جا سکے۔

قانونی کارروائی اور گرفتاری

انسپکٹر انیلہ نے ملزمان کو گرفتار کر کے انہیں عدالت میں پیش کیا۔ خاور اور اس کے خاندان کے افراد اس وقت جیل میں ہیں، اور ان کے خلاف قانونی کارروائی جاری ہے۔ انسپکٹر انیلہ کا کہنا تھا کہ "ہم نے اس کیس میں مضبوط ثبوت عدالت میں پیش کیے ہیں اور امید ہے کہ ملزمان کو سخت سزائیں ملیں گی۔"

انسپکٹر انیلہ کی تفتیش کی بدولت نہ صرف ایک لڑکی کی زندگی بچائی گئی بلکہ پورے معاشرے میں انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے خطرات کے بارے میں آگاہی بھی پھیلائی گئی۔ انسپکٹر انیلہ کی کامیاب تفتیش اس بات کا غماز ہے کہ اگر صحیح طریقے سے محنت کی جائے، تو ہر مسئلے کا حل ممکن ہے۔ ان کی اس محنت نے ایک سنگین جرم کو بے نقاب کیا اور ہمیں سکھایا کہ اگر ہم متحد ہو کر کام کریں، تو معاشرتی برائیوں کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔

یہ کیس نہ صرف ایک لڑکی کی حفاظت کی کہانی ہے بلکہ اس کے ذریعے انٹرنیٹ کے بڑھتے ہوئے خطرات سے آگاہی بھی فراہم کی گئی ہے۔ انسپکٹر انیلہ کی کامیاب تفتیشی کارروائی نے معاشرتی سطح پر ایک پیغام دیا ہے کہ اس طرح کے جرائم کو ہر ممکن طریقے سے روکنا ضروری ہے۔

مصطفی اغواء کیس ڈالرز، ڈرگ کی سنسنی خیز کہانی

تحریر:طحہ عبیدی

ڈیفنس کے بنگلے میں پولیس پارٹی نے چھاپہ مارا تو ایک **23** سال کے نوجوان ارمغان نے پولیس پر فائرنگ کردی، **AVCC** کا ڈی ایس پی اور اہلکار زخمی ہو گئے اور پھر کھلبلی مچ گئی، سب حیران و پریشان ہو گئے پھر شروع ہوئی مصطفی اغواء کیس کی تفتیش جس میں ڈالرز، ڈرگ اور طاقت کا نشہ شامل ہوگیا۔ یہ فلمی کہانی مبینہ پولیس مقابلے کے بعد اسی دن ختم ہوجاتی جب ارمغان نے پولیس پر فائرنگ کی، جوان جذباتی تھے، ایس پی انیل حیدر نے گرفتاری اور تفتیش کا فیصلہ کیا پھر کیس کی گتھیاں سلجھنا شروع ہوگئیں۔

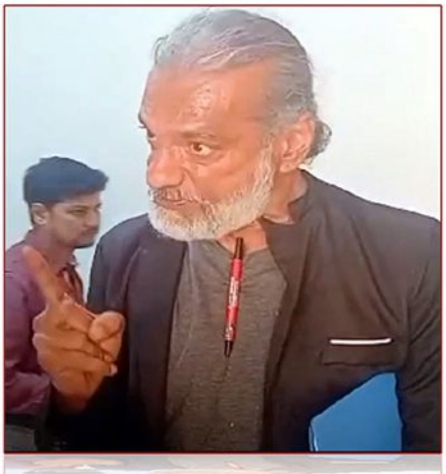

یہ سنسنی خیز کہانی شروع ہوتی ہے نیو ایئر نائٹ سے جب تین پرانے دوست ایک پارٹی کا اہتمام کرتے ہیں، مصطفی، ارمغان اور شیراز انجوائے کرتے ہیں مگر اس پارٹی میں ایک لڑکی سے انوکھی خواہش پر مصطفی اور ارمغان میں تلخی بڑھتی چلی گئی، **5** روز کے بعد یہ کہانی اختتام کی جانب بڑھتی ہے جب مصطفی اپنے دوست ارمغان سے ملاقات کا فیصلہ کرتا ہے، ملاقات میں دوستی دشمنی میں بدل جاتی ہے، مصطفی کو تشدد کا نشانہ بنا کر حب (بلوچستان) میں جلا دیا جاتا ہے اور ماں بیٹے کی تلاش میں ادھر اُدھر گھومتی ہے، ضلع ساؤتھ درخشاں تھانے میں مقدمہ درج کیا جاتا ہے مگر حقائق چھپائے جاتے ہیں، کچھ روز بعد بھتے کی کال آتی ہے تو اینٹی وائلنٹ کرائم سیل (**Avcc**) اور سی پی ایل سی (**Cplc**) جیسے ادارے متحرک ہوتے ہیں، گرفتار ارمغان سے تفتیش میں پہلے ہی روز انکشاف ہوتا ہے کہ مصطفی کو قتل کر کے لاش ملیر میں پھینکی گئی ہے اور پھر ملزم نشے میں دھت ہونے کی وجہ سے بہکی بہکی باتیں کرنے لگتا ہے، سی آئی اے پولیس کو یقین ہوتا ہے کہ ارمغان کا پولیس کو ریمانڈ حاصل ہوجائے گا اور تفتیش میں مزید انکشافات

ہوں گے مگر عدالتی فیصلے نے سب کو حیران کر دیا جب ارمغان کو جیل بھیج دیا گیا، تفتیش کا عمل رُک گیا تو ڈی آئی جی سی آئی اے مقدس حیدر نے ارمغان کے گھر سے ملنے والے خون کے نمونے حاصل کیے اور تین روز بعد رپورٹ نے مزید حقائق بیان کر دیئے۔

کیس کو انٹیلی جنس بیورو (آئی بی) نے مزید مہارت کے ساتھ حل کرنے کی کوشش کی جس میں ایک ٹیم نے شیراز کا سراغ لگایا اور ارمغان کے ساتھ مصطفی کے قتل میں ملوث شیراز کو گرفتار کرلیا گیا جس سے تفتیش میں حب میں جلی ہوئی گاڑی اور لاش کا انکشاف ہوا اور اب یہ کیس ایک سنسنی خیز فلمی کہانی میں تبدیل ہو چکا ہے جس میں ڈالرز (کرپٹو کرنسی، کال سینٹر "ڈبہ") اور ہر ماہ **50** لاکھ روپے کی منشیات کے استعمال کا انکشاف ہوا ہے اس کے علاوہ یہ کم عمر لڑکوں نے جو تہلکہ مچایا ہوا تھا اس کا علم ان کے والدین کو بھی تھا مگر پیسوں کی ریل پیل نے سب کی آنکھیں بند رکھی ہوئی تھیں۔

ارمغان کے والد کو موبائل فون کی تلاش ہے جس میں ڈالرز، کرپٹو کا تمام ریکارڈ موجود ہے اس کے علاوہ مصطفی کو تشدد کرنے کی ویڈیو بھی فون میں موجود ہیں۔ کم عمر لڑکوں نے سسٹم کو چیلنج کر دیا ہے جنہوں نے دوست کو قتل کیا، پولیس پر فائرنگ کی اور جیل چلایا گیا مگر انٹیلی جنس بیورو، سی آئی اے اور سی پی ایل سی نے شاطر دماغ کو ہلا کر دکھ دیا اور ملزمان کو آنے والے وقت میں مزید پریشانی کا سامنا ہوگا۔

کراچی کا اسٹائلش ڈرگ ڈیلر

ساحر حسن

تحریر:طحہ عبیدی

میری دلچسپی میں اُس وقت اضافہ ہوا جب پاس بیٹھے ایک شخص نے کہا" آزادخان یا مقدس حیدر" ہٹا دیئے جائیں گے اور بگڑے نوابوں کی تفتیش آگے نہیں بڑھے گی، میں سوچنے پر مجبور ہوگیا یہ اتنے طاقتور کیسے ہو گئے اسی دوران ساحر حسن (اداکار ساجد حسن) کا بیٹا کمرے میں داخل ہوا، اُس نے **weed** کا پف لگایا اور کہانی سنانا شروع کردی، یہ کہانی ڈیفنس، کلفٹن کے لڑکے لڑکیوں کے علاوہ بزنس مین، بیوروکریٹس، سیاست دان اور شوبز انڈسٹری میں کھلبلی مچا چکی ہے اور کراچی ایئرپورٹس سے کئی کردار فرار ہوچکے ہیں کچھ بیرون ملک چلے گئے اور کچھ دوسرے شہروں میں معاملہ ٹھنڈا ہونے کا انتظار کررہے ہیں۔

کہانی کچھ یوں ہے کہ یحییٰ عرف شاہ جی بین الاقوامی ڈرگ ڈیلرز کا اہم کارندہ ہے، یہ ڈرگ منگواتا، اسلام آباد، لاہور اور کراچی میں سپلائی کرتا ہے، کراچی میں بازل نامی شخص (بیرون ملک فرار) مصطفی، ساحر اور عثمان سے رابطے اور ڈیلیوری کا کام کرتا ہے۔ یہ منشیات تین قسم کی ہے جس میں "جنگل بوائے" مہنگی ترین منشیات ہے، پامیلا اور جیلیٹو اس کے بعد آتی ہیں۔ اس مہنگی ترین منشیات کے کراچی میں تین ڈیلر ہیں ایک عثمان (ٹریفک حادثے میں ہلاک) دوسرا مصطفی (ارمغان کے ہاتھوں قتل) اور تیسرا ساحر خود ہے۔ یہ تینوں نوجوان خفیہ ویب سائٹس کے ذریعے منشیات کا آرڈر دیتے اور کراچی میں **TCS** اور **leopards** نامی کوریئر سروس کے ذریعے پارسل وصول کرتے تھے۔

جنگل بوائے نامی منشیات **15** ہزار روپے گرام فروخت ہوتی ہے، جیلیٹو **12** ہزار روپے گرام اور پامیلا **10** ہزار روپے گرام فروخت ہوتی ہے اس میں کراچی کے ڈرگ ڈیلرز کو **30** فیصد منافع ملتا ہے اور اسلام آباد، لاہور میں موجود یحییٰ عرف شاہ جی کو **55** سے **50** فیصد منافع ملتا ہے، ساحر حسن ماہانہ **2700** گرام منشیات فروخت کرتا تھا، **7** ہزار **700** روپے میں ساحر، مصطفی اور عثمان کو منشیات ملتی تھی، ساحر ماہانہ **2** کروڑ **7** لاکھ **90** ہزار کی منشیات خریدتا تھا اور **2** کروڑ **97** لاکھ کی فروخت کرتا تھا، منشیات کے اس کاروبار سے ساحر کو ماہانہ **90** سے **95** لاکھ روپے منافع ہوتا تھا۔ ساحر یا مصطفی کے موبائل فون، سی آئی اے اور آئی بی کی تفتیش میں بہت سے نام ایسے آئے ہیں جنہوں نے ہلا کر رکھ دیا ہے، ساحر سے ایک خاتون جس کا مہنگا ترین فلیٹ ڈیفینس میں موجود ہے، یہ خاتون ماہانہ ایک اونس یعنی **28** گرام جنگل بوائے نامی منشیات خریدتی ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک کلائنٹ **13** لاکھ **44** ہزار کی منشیات ماہانہ خریدتا ہے اور ایسے کئی کردار اس فہرست میں موجود ہیں۔

یہ وہ کردار ہیں جو انتہائی طاقتور ہیں اور ملک کے فیصلے کرتے ہیں تفتیشی حکام کہتے ہیں یہ قصہ جلد ختم ہوجائے گا مگر تعلیم یافتہ نوجوان نسل تباہ ہوجائے گی، ڈیفنس، کلفٹن کے کالجز اور

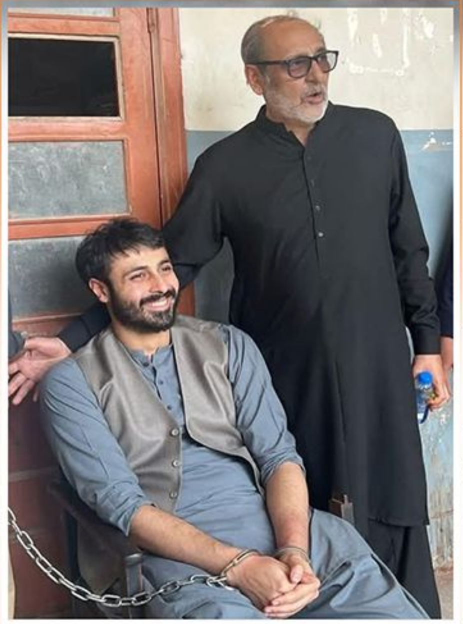

یونیورسٹیز کے علاوہ دیگر تعلیمی اداروں میں بھی یہ مہنگا ترین نشہ تیزی سے پھیل رہا ہے اس معاملے پر حکومت اور انتظامیہ نے بیان بازی تو بہت کی مگر عملی طور پر کوئی قدم نہیں اٹھایا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ساحر حسن جیسا لڑکا بغیر **weed** پیئے بات بھی نہیں کر پا رہا یہ مہنگے ترین بنگلوں میں رہنے والوں کا حال ہے جن کے بچے زنجیروں سے بندھے ہیں اور والدین شرمندگی میں اس معاملے پر بات نہیں کر پاتے جبکہ غریب کے بچے منشیات کی لت میں سڑکوں پر پڑے ہیں۔

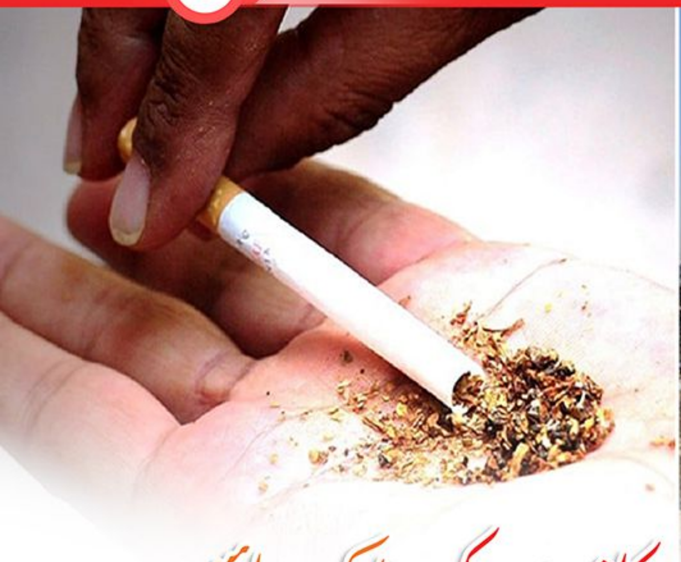

پوش علاقوں اور تعلیمی اداروں میں منشیات کا نیٹ ورک: ایک جائزہ

پاکستان میں منشیات کا استعمال اور اس کی تجارت ایک سنگین مسئلہ بن چکا ہے، خاص طور پر پوش علاقوں اور تعلیمی اداروں میں جہاں نوجوانوں کے درمیان منشیات کی فروخت اور استعمال میں اضافہ دیکھنے کو مل رہا ہے۔ حالیہ تحقیقات اور پولیس کی رپورٹوں کے مطابق، منشیات فروش خاص طور پر کالجز اور یونیورسٹیوں میں اپنی سرگرمیاں پھیلا رہے ہیں اور نوجوانوں کو منشیات کی عادت ڈال کر انہیں اپنے نیٹ ورک میں شامل کرتے ہیں۔ ساحر حسن، جو ایک معروف منشیات فروش ہے، نے پولیس کو اس نیٹ ورک کے بارے میں اہم معلومات فراہم کی ہیں۔

1. منشیات کا نیٹ ورک کیسے کام کرتا ہے؟

ساحر حسن نے پولیس کو بتایا کہ تعلیمی اداروں کے طلباء موبائل ایپلی کیشنز کے ذریعے منشیات کا آرڈر کرتے ہیں۔ اس طریقہ کار کے تحت، طلباء اپنے موبائل فونز کے ذریعے مختلف منشیات فروشوں سے رابطہ کرتے ہیں، اور پھر ایک مخصوص مقام پر انہیں منشیات کی ڈیلیوری دی جاتی ہے۔ یہ نیٹ ورک زیادہ تر پوش علاقوں اور تعلیمی اداروں کے قریب ہوتا ہے تاکہ طلباء با آسانی اپنی منشیات تک رسائی حاصل کر سکیں۔

2. طلباء کو منشیات کی عادت کیسے ڈالی جاتی ہے؟

منشیات فروش، جیسے ساحر حسن، پہلے طلباء سے دوستی کرتے ہیں اور پھر انہیں آہستہ آہستہ ویڈ (چرس) کے استعمال کی عادت میں مبتلا کرتے ہیں۔ ابتدا میں یہ صرف چند طلباء تک محدود ہوتا ہے، مگر جیسے ہی یہ منشیات کا استعمال بڑھتا ہے، تو دوسرے طلباء بھی ان کے نیٹ ورک میں شامل ہو جاتے ہیں۔ کچھ مہینوں میں ہی ویڈ کے خریداروں کا دائرہ وسیع ہو جاتا ہے اور پورے کالج یا یونیورسٹی میں اس کا نیٹ ورک پھیل جاتا ہے۔

3. ویڈ کے کاروبار کے بڑے گروپ

ایس ایس پی شعیب میمن نے بتایا کہ شہر میں دو بڑے گروپ ویڈ کے کاروبار میں ملوث ہیں۔ ایک گروپ کیلیفورنیا سے غیر قانونی طریقے سے ویڈ منگواتا ہے جبکہ دوسرا گروپ ایرانی ویڈ فروخت کرتا ہے۔ ان گروپوں کی سرگرمیاں شہر میں منشیات کی فراہمی کو بڑھاتی ہیں، جس سے تعلیمی اداروں کے نوجوانوں تک منشیات کی رسائی آسان ہو جاتی ہے۔

4. منشیات کی قیمت اور منافع

ساحر حسن نے اپنے بیان میں یہ بھی کہا کہ اس نے دو سال کے

دوران **24** کروڑ روپے کی منشیات سے کمائی کی ہے۔ یہ منافع اس بات کا غماز ہے کہ منشیات کے کاروبار کی آمدنی کتنی زیادہ ہوتی ہے اور اس کے کاروباری نیٹ ورک کی سرگرمیاں کتنی وسیع ہیں۔

5. پولیس کی کارروائیاں اور تحقیقات

پولیس نے ساحر حسن کے خلاف سخت کارروائیاں شروع کر رکھی ہیں۔ ایس ایس پی شعیب میمن نے بتایا کہ ساحر حسن کا مصطفیٰ عامر قتل کیس سے کوئی تعلق نہیں ہے، تاہم وہ ایک معروف ڈرگ ڈیلر ہے اور اس کے خلاف تحقیقات جاری ہیں۔ ساحر نے **8** سال کی عمر سے ہی نشہ کرنا شروع کر دیا تھا، اور اس کے گھر میں منشیات کے پودے لگانے کی ویڈیوز بھی ملیں۔ پولیس نے اس کی گرفتاری کے بعد اس کے نیٹ ورک کو مزید چھان بین میں لیا اور اس کے ساتھیوں کی تلاش شروع کر دی۔

6. نوجوانوں کی زندگیوں پر اثرات

پولیس کے مطابق، اس وقت ویڈ استعمال کرنے والوں کو منشیات آسانی سے دستیاب نہیں ہے، کیونکہ ویڈ فروخت کرنے والے **15** کردار منظر سے غائب ہو چکے ہیں۔ تاہم، اس کے باوجود پولیس نے ایرانی گروپ کے خلاف اپنی کارروائیاں مزید تیز کر دی ہیں تاکہ اس نیٹ ورک کو مکمل طور پر ختم کیا جا سکے۔

7. منشیات کے نیٹ ورک کا عالمی سطح پر پھیلاؤ

ایس ایس پی شعیب میمن نے بتایا کہ ویڈ فروخت کرنے والے افراد ملک سے باہر نہیں گئے، لیکن ان کے نیٹ ورک کی سرگرمیاں عالمی سطح پر پھیل چکی ہیں۔ اس بات سے واضح ہوتا ہے کہ منشیات کا کاروبار نہ صرف مقامی سطح پر بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی جاری ہے، جس سے پاکستان میں منشیات کی تجارت کی پیچیدگیاں اور بڑھ گئی ہیں۔

8. خلاصہ اور سفارشات

پاکستان میں منشیات کے استعمال کا نیٹ ورک اب تعلیمی اداروں اور پوش علاقوں تک پھیل چکا ہے۔ نوجوانوں کی زندگیوں کو تباہ کرنے والے اس نیٹ ورک کو روکنے کے لیے حکومتی اداروں کو مزید سخت اقدامات کرنا ہوں گے۔ پولیس کی جانب سے کی جانے والی تحقیقات اور کارروائیاں خوش آئند ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ تعلیمی اداروں میں منشیات کے خلاف آگاہی کی مہم بھی چلائی جانی چاہیے۔ والدین، اساتذہ اور معاشرتی تنظیموں کو اس مسئلے کے حل کے لیے مل کر کام کرنا ہوگا تاکہ منشیات کے نیٹ ورک کو ختم کیا جا سکے اور نوجوانوں کو اس لعنت سے بچایا جا سکے۔

نتیجہ:

منشیات کا نیٹ ورک اب پورے پاکستان میں نوجوانوں کو نشے کی لت میں مبتلا کر رہا ہے، خاص طور پر تعلیمی اداروں اور پوش علاقوں میں۔ پولیس اور دیگر اداروں کو اس نیٹ ورک کے خلاف بھرپور کارروائی کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اس کے اثرات کو کم کیا جا سکے اور نوجوانوں کی صحت اور مستقبل کو محفوظ بنایا جا سکے۔

پاکستان میں موٹر وے پر 150 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے گاڑی چلانے والوں کو کیوں گرفتار کیا جا رہا ہے؟

پاکستان میں نیشنل ہائی ویز اینڈ موٹروے پولیس نے حدِ رفتار کی خلاف ورزی کرنے والے ڈرائیورز کے خلاف مقدمات درج کر کے انھیں گرفتار کرنے کا عمل شروع کر دیا ہے۔ گذشتہ کئی دن سے ہائی ویز اینڈ موٹروے پولیس اپنے سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر شہریوں کو تنبیہہ کر رہی ہے کہ حدِ رفتار کی خلاف ورزی کرنے والوں کی نہ صرف گاڑی بند کی جائے گی بلکہ ان پر بھاری جُرمانے بھی عائد کیے جائیں گے اور ان کی گرفتاری بھی عمل میں لائی جائے گی۔ ہائی ویز اینڈ موٹروے پولیس کے ترجمان ثاقب وحید نے بی بی سی اردو کو بتایا کہ طے شدہ حدِ رفتار کی خلاف ورزی کرنے پر پانچ شہریوں کے خلاف مقدمات کروائے جا چکے ہیں اور ان کی گرفتاریاں بھی عمل میں لائی جا چکی ہیں۔

موٹر وے پر حدِ رفتار کتنی ہے؟

پاکستان کے ہائی ویز اور موٹر ویز پر کار، جیپ یا دیگر لائٹ ٹرانسپورٹ وہیکلز کے لیے حدِ رفتار 120 کلومیٹر فی گھنٹہ جبکہ مسافر بردار گاڑیوں اور ہیوی ٹرانسپورٹ وہیکلز کے لیے حدِ رفتار 110 کلومیٹر فی گھنٹہ مقرر کی گئی ہے۔ تاہم ہائی ویز اینڈ موٹروے پولیس کے ترجمان کے مطابق صرف 150 کلومیٹر فی گھنٹہ یا اس سے زیادہ کی رفتار سے گاڑی چلانے والوں کو گرفتار کیا جا رہا ہے جبکہ 120 یا 110 کلومیٹر فی گھنٹہ سے 150 کلومیٹر فی گھنٹہ تک کی رفتار پر گاڑی چلانے والے ڈرائیورز پر جرمانے کیے جا رہے ہیں۔ ہائی ویز اینڈ موٹروے پولیس کی جانب سے سوشل میڈیا پر شیئر کی گئی تفصیل کے مطابق حدِ رفتار کی خلاف ورزی کرنے پر موٹر سائیکل سواروں پر 1500 روپے، کار ڈرائیورز پر 2500، ہیوی ٹریفک وہیکلز چلانے والوں پر پانچ ہزار اور مسافر بردار گاڑیوں کے ڈرائیورز پر 10 ہزار روپے تک کے جُرمانے کیے جا رہے ہیں۔ ہائی ویز اینڈ موٹروے پولیس کے ترجمان کے مطابق جُرمانوں کی رقم حکومت مقرر کرتی ہے اور گذشتہ دو برس سے ان میں اضافہ نہیں ہوا۔

گرفتاریاں کس قانون کے تحت کی جا رہی ہیں؟

ہائی ویز اینڈ موٹروے پولیس کے ترجمان ثاقب وحید کے مطابق حدِ رفتار کی خلاف ورزی پر مقدمات کے اندراج اور گرفتاریوں کے آغاز سے قبل 10 دن تک شہریوں کی آگاہی کے لیے میڈیا، سوشل میڈیا اور ٹول پلازوں پر آگاہی مہم چلائی گئی تھی۔ 150 کلومیٹر فی گھنٹہ سے زیادہ رفتار پر گاڑی چلانے والے افراد کو گرفتار کر کے ضلعی پولیس کے حوالے کیا جا رہا ہے اور ان کے خلاف پاکستانی پینل کوڈ کی دفعہ 279 کے تحت مقدمات درج کیے جا رہے ہیں۔ اس دفعہ کے تحت لاپرواہی سے گاڑی چلا کر دوسروں کی جان خطرے میں ڈالنے والے شخص کو دو برس تک کی قید اور تین ہزار روپے جُرمانہ یا دونوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے تاہم یہ ایک قابلِ ضمانت جُرم ہے۔ ثاقب وحید کے مطابق 'جب آپ 150 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے گاڑی چلاتے ہیں اور اچانک آپ کو بریک لگانا پڑتا ہے یا آپ کی گاڑی کا ٹائر پھٹ جاتا ہے یا پھر آپ کی گاڑی قابو سے باہر ہو جاتی ہے تو ایسے صورت میں حادثات جان لیوا ثابت ہوتے ہیں۔ ان ہی واقعات کو روکنے کے لیے اوور سپیڈنگ کے خلاف کارروائی کی جا رہی ہے۔

ایک سرکاری رپورٹ کے مطابق جولائی 2023 سے اگست 2024 تک ملک بھر کے ہائی ویز اور موٹر ویز پر ہونے والے حادثات میں 466 افراد ہلاک اور 764 زخمی ہوئے تھے۔ اسی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ حادثات کی سب سے بڑی وجہ ڈرائیونگ کے دوران لاپراہی برتنا، گاڑی چلاتے ہوئے سو جانا اور ٹائر کا برسٹ ہونا ہے۔

ماہنامہ کرائم بیورو کراچی

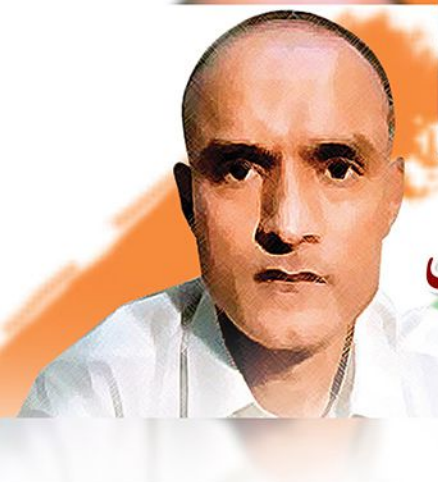

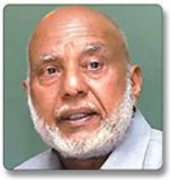

کلبھوشن جادھو سے پہلے کتنے جاسوس

وہ تین مارچ کی ہی تاریخ تھی جب بلوچستان کے اس وقت کے وزیرِ داخلہ سرفراز بگٹی نے بی بی سی سے بات کرتے ہوئے تصدیق کی تھی کہ'را کے ایک حاضر سروس افسر کو جنوبی بلوچستان سے پکڑا گیا ہے۔'انڈیا کا یہ حاضر سروس افسر اور کوئی نہیں بلکہ کلبھوشن جادھو تھے اور اس وقت پاکستانی فوج کی جانب سے جاری کیے گئے بیان کے مطابق انڈین خفیہ ادارے را کے ایجنٹ اور انڈین بحریہ کے افسر کمانڈر کلبھوشن سدھیر یادو کو تین مارچ **2016** کو انسداد دہشت گردی کی ایک کارروائی کے دوران بلوچستان کے علاقے ماشخیل سے پاکستان کے خلاف جاسوسی اور سبوتاژ کی کارروائیوں میں ملوث ہونے پر گرفتار کیا گیا۔ پاکستانی حکام نے کلبھوشن جادھو کی گرفتاری کی خبر کے ہمراہ ایک ویڈیو بھی جاری کی جس میں اپنے اعترافی بیان میں وہ کہتے ہیں کہ وہ انڈین نیوی کے حاضر سروس افسر ہیں اور بلوچستان میں ان کی آمد کا مقصد ان بلوچ علیحدگی پسندوں سے ملاقات تھی جنھیں انڈیا امداد مہیا کرتا ہے۔ اطلاعات کے مطابق کلبھوشن جادھو نے حسین مبارک پٹیل کا نام اختیار کیا ہوا تھا اور بلوچستان میں ایران کی سرحد سے داخل ہوئے تھے۔ پاکستان نے کلبھوشن جادھو کی گرفتاری کے بعد ایران سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنی سرزمین کو پاکستان کے خلاف استعمال نہ ہونے دے۔ کلبھوشن جادھو شاید پہلے ایسے بھارتی جاسوس تھے جو پنجاب سے باہر پکڑے گئے۔ ماضی میں اکثر بھارتی جاسوس پنجاب کے مختلف علاقوں سے گرفتار ہوئے اور ان کی اکثریت کا تعلق بھارتی پنجاب سے تھا۔ اپریل **2017** میں پاکستان کی فوجی عدالت نے کلبھوشن کو جاسوسی کے الزام میں سزائے موت سنائی تھی جس پر تا حال عملدرآمد نہیں ہوا ہے۔ پاکستان میں پچھلے چار عشروں میں ایک درجن سے زیادہ بھارتی جاسوسوں کو سزا ہوئی جن میں بعض کو موت کی سزا سنائی گئی لیکن ان کی سزا پر کبھی عملدرآمد نہیں ہوا۔ البتہ ان میں کئی لوگ جیل میں ہی وفات پا گئے۔

سربجیت سنگھ کو پاکستان کے خفیہ اداروں نے اگست **1990** میں گرفتار کیا تھا۔ انڈیا کا موقف تھا کہ نشے میں دھت ایک پنجابی کاشتکار کھیتوں میں ہل چلاتے ہوئے غلطی سے سرحد پار کر گیا تھا۔ پاکستان نے سربجیت سنگھ کے خلاف فیصل آباد، ملتان اور لاہور میں دھماکوں کے الزامات میں مقدمہ چلایا اور اسے موت کی سزا سنائی گئی۔ فوجی حکمران پرویز مشرف کے اقتدار کے دوران جب انڈیا پاکستان کے مابین جامع مذاکرات کا سلسلہ جاری تھا تو اس وقت انڈیا میں کچھ غیر سرکاری تنظیموں نے سربجیت سنگھ کی رہائی کی مہم چلائی اور کئی بار ایسا لگا کہ حکومتِ پاکستان ان کو رہا کر دے گی لیکن مذاکرات کی ناکامی کے بعد سربجیت سنگھ کی رہائی بھی کھٹائی میں پڑ گئی۔ سربجیت **2013** میں کوٹ لکھپت جیل میں قیدیوں کے ایک حملے میں زخمی ہو گئے اور جانبر نہ ہو سکے۔ سربجیت سنگھ کی لاش کو انڈیا کے حوالے کیا گیا اور انڈیا کی حکومت نے سربجیت سنگھ کو سرکاری اعزازات کے ساتھ دفن کیا۔

کشمیر سنگھ **1973** میں پاکستان میں جاسوسی کے الزام میں گرفتار ہوئے اور جب پاکستان کی جیلوں میں **35** برس گزارنے کے بعد انھیں **2008** میں رہا کیا گیا تو انڈیا میں ان کا شاندار خیر مقدم کیا گیا۔ کشمیر سنگھ کی رہائی میں انسانی حقوق کے کارکن انصار برنی کی کوششوں کا بہت عمل دخل تھا۔ پاکستان میں موجودگی کے دوران کشمیر سنگھ نے ہمیشہ اپنے آپ کو بے قصور قرار دیا لیکن بھارتی سرزمین پر پہنچتے ہی انھوں نے اعتراف کیا کہ وہ جاسوسی کے لیے پاکستان گئے تھے۔

رویندرا کوشک ایک ایسے بھارتی جاسوس تھے جو **25** برس تک پاکستان میں رہے۔ رویندرا کوشک راجستھان میں پیدا ہوئے۔ جب انھیں بھارتی اداروں نے بھرتی کیا تو وہ ایک تھیٹر آرٹسٹ تھے۔ اردو زبان اور مذہب اسلام کے بارے میں خصوصی تعلیم کے بعد انھیں نبی احمد شاکر کے نام سے پاکستان بھیجا گیا۔ پاکستان بھیجے جانے سے پہلے انھوں نے ختنے بھی کروا لیے تھے۔ وہ نہ صرف بہت کامیابی سے کراچی یونیورسٹی میں داخلہ حاصل کرنے میں کامیاب رہے، بلکہ انھوں نے پاکستان میں شادی بھی کر لی تھی اور ان کا بچہ بھی تھا۔ کراچی یونیورسٹی سے قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ پاکستان افواج میں کلرک کے طور پر بھرتی ہوئے اور پھر ترقی کرتے ہوئے کمشنڈ افسر بن گئے اور پھر وہ ترقی کرتے ہوئے میجر کے عہدے تک پہنچ گئے۔ رویندرا کوشک کی گرفتاری ایک اور بھارتی جاسوس کی گرفتاری کے بعد عمل میں آئی جسے خصوصی طور پر میجر رویندرا کے ساتھ رابطے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ رویندرا کوشک کی گرفتاری کے بعد انھیں پاکستان کی مختلف جیلوں میں سولہ برس تک رکھا گیا اور **2001** میں ان کی موت جیل میں ہوئی۔

دو ہزار چار میں لاہور میں گرفتار ہونے والے رام راج شاید واحد ایسے بھارتی جاسوس تھے جو پاکستان پہنچتے ہی گرفتار ہو گئے۔ انھیں چھ برس قید کی سزا ہوئی اور جب وہ اپنی سزا کاٹ کر واپس انڈیا پہنچے تو انھیں بھارتی اداروں نے پہچاننے سے انکار کر دیا۔ وہ پاکستان آنے سے پہلے اٹھارہ برس تک بھارت کے خفیہ ادروں میں کام کر چکے تھے۔

سرجیت سنگھ نے **30** برس پاکستانی جیلوں میں گزارے۔ سرجیت سنگھ کو **2012** میں لاہور کی کوٹ لکھپت جیل سے رہا کیا گیا اور وہ واپس انڈیا پہنچے تو کشمیر سنگھ کے برعکس ان کا کسی نے استقبال نہ کیا۔ سرجیت سنگھ دعویٰ کرتے رہے کہ وہ پاکستان میں 'را' کا ایجنٹ بن کر گئے تھے لیکن کسی نے ان کی بات پر کان نہ دھرے۔ سرجیت سنگھ نے اپنی رہائی کے بعد بی بی سی کی نامہ نگار گیتا پانڈے سے بات کرتے ہوئے بھارتی حکومت کے رویے پر غم و غصے کا اظہار کیا تھا۔ انھوں نے کہا کہ بھارتی حکومت ان کی غیر موجودگی میں ان کے خاندان کو **150** روپے ماہانہ پینشن ادا کرتی تھی جو اس بات ثبوت ہے کہ وہ 'را' کے ایجنٹ تھے اور وہ گرفتاری سے پہلے پچاسی بار پاکستان کا دورہ کر چکے تھے جہاں وہ دستاویزات حاصل کر کے واپس لے جاتے تھے۔

گربخش رام کو **2006** میں **19** دوسرے بھارتی قیدیوں کے ہمراہ کوٹ لکھپت سے رہائی ملی۔ گربخش رام پاکستان میں شوکت علی کے نام سے جانے جاتے تھے۔ اٹھارہ برس تک پاکستانی جیلوں میں رہے۔ گربخش رام کو **1990** میں اس وقت گرفتار کیا گیا تھا جب وہ کئی برس پاکستان میں گزارنے کے بعد واپس انڈیا جا رہے تھے لیکن پاکستان کے خفیہ اداروں کے ہاتھ لگ گئے۔ بھارتی جریدے ٹائمز آف انڈیا میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق گربخش رام نے ریاستی حکومت پر الزام عائد کیا ہے کہ ان کو وہ سہولتیں دینے سے انکاری ہیں جو سربجیت سنگھ کے خاندان کو ملی ہیں۔ انھوں نے پنجاب کے چیف منسٹر پرکاش سنگھ بادل سے بھی ملاقات کی لیکن انھیں سرکاری ملازمت نہیں دی گئی ہے۔

ونود ساہنی **1977** میں پاکستان میں گرفتار ہوئے اور گیارہ برس پاکستانی جیلوں میں گزارنے کے بعد انھیں **1988** میں رہائی ملی۔ ونود ساہنی نے اب انڈیا میں سابق جاسوسوں کی فلاح کے لیے 'جموں ایکس سلیوتھ ایسوسی ایشن' نامی تنظیم قائم کر رکھی ہے۔ وہ اپنی کہانی بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ ٹیکسی ڈرائیور تھے جب ان کی ملاقات ایک بھارتی جاسوس سے ہوئی جس نے انہیں سرکاری ملازمت کی پیشکش کی۔ انھیں پاکستان بھیجا گیا لیکن جب وہ پاکستانی قید سے رہا ہوئے تو حکومت نے ان کی مدد نہیں کی۔

صحافی کی خواہش؟ مالدار یا مشہور خاتون سے شادی

لیڈی ڈائنا اور پریانکا گاندھی کو شادی کی ای میل

پریانکا کا دلچسپ جواب

رپورٹ: آغا خالد

خواہشات کی غلامی میں انسان کس قدر جستجو کرسکتا ہے یہ کہانی اس کا بیّن ثبوت ہے، ہمارے ایک صحافی ساتھی کی **90** کی دہائی سے کوشش تھی کہ اس کی شادی مشہور یا کسی مالدار خاتون سے ہو اس کے لیے وہ بڑی سنجیدگی سے مختلف ذرائع استعمال کررہا تھا اس دوران اس نے اپنے وقت کی بین الاقوامی سطح کی دو معروف خواتین کو بھی ای میل کیں، ان کی ای میل ڈھونڈنے میں اسے کتنے پاپڑ بیلنے پڑے ہوں گے اس کا اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں وہ بھی **90** کی دہائی میں ان خوش قسمت خواتین کے نام ہیں لیڈی ڈائنا اور بھارت کی پریانکا گاندھی آخرالذکر سابق انڈین وزرائے اعظم راجیو گاندھی کی بیٹی اور اندرا گاندھی کی پوتی ہیں اور دونوں خواتین شہرت اور دولت میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔

جبکہ موصوف خود سیاہ فام نقوش کے افریقی، نقوش کچھ بہتر مگر کراچی کے تیسرے درجہ کے صحافی تھے اور مالی حالات بھی بہت ہی خستہ مگر اڑان خوب تر اور سب سے بڑھ کر خود اعتمادی ایسی کہ یقیں کیے بیٹھے تھے کہ میل کا جواب بھی آئے گا اور وہ بھی "ہاں" میں، لیڈی ڈائنا کا تو جواب نہ دارد البتہ پریانکا کا جواب بہت دلچسپ اور حیرت انگیز تھا، موصوف نے اپنی ای میل بھی دلچسپ پیرائے میں صحافیانہ انداز میں لکھی تھی،۔۔آپ کی دادی (اندرا) اور والد پاکستان سے بہتر تعلقات کار کے لیے سنجیدہ کوششیں کرتے رہے ان کے خوابوں کو حقیقت میں اور ناکامی کو کامیابی میں بدلنے کے اس سنہری

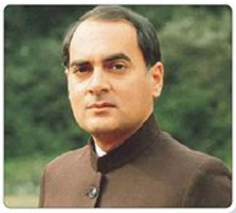

موقع کو آپ غنیمت جانتے ہوئے میری شادی کی پیشکش کو قبول فرمائیں گی اس طرح ہمارے رشتہ کے بندھن میں ساری نفرتیں بہ جائیں گی اور دونوں ملک ایک اٹوٹ ازدواجی رشتہ میں جکڑے جائیں گے میرے مخلصانہ جذبات کی قدر کرتے دو قوموں کے مستقبل کے سدھار کی خاطر آپ میری پیشکش کو یقینا شرف قبولیت بخشیں گی، جس کا مختصر مگر جامع جواب پریانکا کی طرف سے آیا کہ۔۔۔آپ کے خلوص میں ڈوبے الفاظ سے متاثر ہوں آپ نے پیشکش میں تاخیر کردی میرا رشتہ گزشتہ برس طے ہوچکا۔ (شکریہ)

ہمارے ساتھی کی شادی بالآخر اپنے جیسے عام گھرانے میں ہوئی آج وہ بیرون ملک اور ایک سے زائد بچوں کے باپ ہیں۔

زبردستی ویڈیو بیان ریکارڈ کرایا گیا: خضدار سے اغوا ہونیوالی

آسمہ بی بی

کو پولیس نے کیسے بازیاب کروایا؟

بلوچستان کے ضلع خضدار سے اغوا ہونیوالی خاتون آسمہ بی بی جب بازیابی کے بعد انکے اغوا کیخلاف جاری دھرنے کے شرکا کے پاس پہنچیں تو رقت طاری ہونے کے باعث وہ براہوی زبان میں بمشکل پانچ منٹ ہی بول پائیں۔ انھوں نے تین روز تک خضدار شہر میں کوئٹہ کو کراچی سے ملانیوالی مرکزی شاہراہ پر اپنی بازیابی کیلئے دھرنے دینے جانیوالے دھرنے کے شرکا کو بتایا کہ کیسے انھیں گھر سے گھسیٹ کر نکالنے کے بعد ایک گاڑی کی ڈگی میں پھینک کر اغوا کیا گیا وہ کہتی ہیں کہ اغوا کے تین دن انتہائی اذیت ناک تھے، ان تین دنوں میں نہ کچھ کھایا اور نہ سو سکی۔

پانچ اور چھ فروری کی درمیانی شب مسلح افراد نے آسمہ بی بی کو خضدار میں ان کے گھر سے اغوا کیا تھا اور اس کا مقدمہ ان کے بھائی حفیظ اللہ کی مدعیت میں خضدار ہی سے تعلق رکھنے والے ظہور جمال زئی اور دیگر افراد کے خلاف درج کیا گیا۔ اغوا کے اس واقعے پر بلوچستان میں تشویش کی لہر دوڑ گئی اور پھر اس کے خلاف دو اہم شاہراہوں کو بطور احتجاج بند کیا گیا۔ پولیس حکام کا کہنا ہے کہ خاتون کو خضدار کے علاقے زہری سے بازیاب کروایا گیا تاہم ابھی تک مرکزی ملزم کی گرفتاری عمل میں نہیں آئی ہے۔ خضدار پولیس کے سربراہ جاوید زہری نے بی بی سی کو بتایا کہ خاتون کے اغوا کا مرکزی ملزم تاحال گرفتار نہیں ہوا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ مرکزی ملزم سمیت دیگر ملزمان کی گرفتاری کے لیے چھاپے مارے جا رہے ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ خاتون کی بازیابی پولیس کے لیے ایک بہت بڑا چیلنج تھی اور جس علاقے میں خاتون کو رکھا گیا وہاں تک پہنچنے میں اہم کردار جدید ٹیکنالوجی کا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ پولیس کا تفتیش کا اپنا طریقہ کار ہوتا ہے تاہم اس کے ساتھ ساتھ دیگر اداروں کی جانب سے تکنیکی معاونت کے باعث خاتون کی جلد بازیابی ممکن ہوئی۔ ادھر بلوچستان کے وزیر اعلیٰ میر سرفراز بگٹی نے کہا ہے کہ واقعے کی تمام پہلوؤں سے تحقیقات جاری ہیں۔

آسمہ بی بی کا تعلق بلوچستان کے ضلع خضدار سے ہے۔ ان کے خاندان کا آبائی علاقہ انجیرہ ہے لیکن وہ دس سال پہلے نقل مکانی کر کے خضدار شہر میں آباد ہو گئے تھے۔ آسمہ بی بی کے بڑے بھائی ڈاکٹر عطا اللہ جتک نے آبائی علاقے سے نقل مکانی کرنے کی وجوہات بتاتے ہوئے کہا کہ ہمارے خاندان کے متعدد افراد کو قتل کیا گیا جس کے باعث انجیرہ میں اپنی اراضی اور دیگر اثاثوں کو چھوڑ کر خاندان کے چند افراد خضدار جبکہ بعض صوبے کے دوسرے شہروں میں جا بسے۔ انھوں نے بتایا کہ ان کی بہن آسمہ کا اغوا ان کے ساتھ پہلی ٹریجیڈی نہیں تھی بلکہ اس سے قبل سنہ 2013 میں ان کے منگیتر کو بھی قتل کیا جا چکا ہے۔ ان کے مطابق آسمہ کے منگیتر ان کے کزن تھے اور وہ یونیورسٹی آف انجینیئرنگ خضدار میں سول انجینیئرنگ کے فائنل ایئر کے طالب علم تھے۔ انھوں نے بتایا کہ علاقے سے نقل مکانی کے باوجود بھی ہمیں نہیں چھوڑا گیا اور بلوچی قبائلی روایات سمیت ہر قسم کی روایات کی پامالی کرتے ہوئے میری بہن کو اغوا کر لیا گیا۔ ان کا کہنا تھا کہ ان کا گھر خضدار میں کسی عام جگہ پر نہیں بلکہ پولیس لائن کے ساتھ واقع ہے جو شہر کا محفوظ علاقہ ہے۔ وہاں 14 کے قریب مسلح افراد آسانی کے ساتھ آئے اور کسی رکاوٹ کے بغیر بہن کو اغوا کر کے لے گئے۔

گاڑی کی ڈگی میں پھینکے جانے کے بعد ہوش و حواس کھو بیٹھی

اغوا کے بعد آسمہ بی بی کے خاندان کے تمام افراد بلوچستان کی سب سے اہم اور مصروف ترین شاہراہ کوئٹہ کراچی ہائی وے پر پہنچے جہاں دھرنا دے کر سڑک کو بند کر دیا گیا۔ ان کے اغوا کے تیسرے روز قلات، سوراب، وڈھ کے علاقے میں شاہراہوں کو بند کرنے کے علاوہ کوئٹہ اور جیکب آباد کے درمیان بھی شاہراہ کو لوگوں نے بند کر دیا۔ تاہم پیر کے دن آسمہ بی بی کو پولیس نے مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کر کے ان کے خاندان کے حوالے کیا۔ اتوار کی شب رات 11 بجے کے قریب آسمہ بی بی کو دھرنے کے مقام پر لایا گیا جہاں انھوں نے شرکا کو پیش آنے والے واقعے کے بارے

میں بتایا۔ آسمہ بی بی نے اپنے اغوا کے واقعے کے متعلق بات کرتے بتایا کہ رات کو دو بجے کے قریب جب مسلح افراد ان کے گھر میں داخل ہوئے تو ان کے گھر میں موجود تمام لوگوں کو تشدد کا نشانہ بنایا۔ ان کے مطابق منہ پر پٹی باندھنے کے علاوہ میرے دونوں ہاتھوں کو بھی باندھا گیا۔ اس کے بعد مجھے ایک گاڑی کی ڈگی میں پھینک کر اس کو بند کر دیا گیا۔ ان کا کہنا تھا کہ اس کے بعد میں اپنی ہوش و حواس کھو بیٹھی تھی جس کے باعث مجھے پتا نہیں چلا کہ وہ مجھے کہاں لے گئے تاہم جہاں رکے تو وہاں مجھے ایک فیملی کے گھر میں رکھا گیا۔

قتل کی دھمکی دے کر زبردستی ویڈیو بیان ریکارڈ کرایا گیا

آسمہ کی بازیابی سے قبل سنیچر کی صبح ان کے اغوا کے مرکزی ملزم ظہور جمال زئی کے ساتھ سوشل میڈیا پلیٹ فارم پر ان کا ایک ویڈیو بیان سامنے آیا تھا۔ اس ویڈیو میں ان کی جانب سے یہ بیان دیا گیا تھا کہ ظہور جمال زئی سے ان کا رشتہ طے ہوا تھا لیکن ان کے خاندان کے لوگوں نے شادی سے انکار کیا جس کے بعد وہ انجیرہ سے خضدار شہر منتقل ہو گئے۔ اس بیان میں انھوں نے کہا کہ ظہور جمال زئی نے ان کو اغوا نہیں کیا بلکہ ان کی رضامندی سے وہ ان کے گھر آ کر ان کو لے گیا ہے کیونکہ ان کے خاندان کے لوگ شادی سے انکار کر رہے تھے۔

تین دن اور تین راتیں انتہائی اذیت ناک تھیں

آسمہ بی بی نے بتایا کہ اغوا کے بعد تین دن اور راتیں انتہائی اذیت ناک تھیں۔ نہ کچھ کھایا اور نہ پیا بلکہ ان تین راتوں کے دوران میں ایک لمحے کے لیے سو بھی نہیں سکی۔ انھوں نے بتایا کہ اغوا کرنے والوں نے یہ دھمکی دی کہ عدالت میں پیش ہونے پر بھی آپ کو یہی بیان دینا ہو گا کہ میں ظہور جمال زئی کے ساتھ رشتہ (شادی) کرنا چاہتی ہوں۔ اس سوال پر کہ کیا ویڈیو بیان کے مطابق پہلے آسمہ کا رشتہ ظہور جمال زئی سے طے ہوا تھا تو ڈاکٹر عطا اللہ جتک نے بتایا کہ ہم نے کبھی بھی اپنی بہن کا رشتہ ظہور جمال زئی سے طے نہیں کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ ہمیں اس بات پر خوشی ہے کہ ہماری بہن بازیاب ہو گئی لیکن اصل ملزم ظہور جمال زئی اور اغوا میں ملوث دوسرے افراد ابھی تک گرفتار نہیں ہوئے ہیں۔ بلوچ یکجہتی کمیٹی کی آرگنائزر ڈاکٹر ماہ رنگ بلوچ اور حقوق انسانی کی کارکن جلیلہ حیدر ایڈووکیٹ اور سیاسی جماعتوں نے آسمہ بی بی کے اغوا کے تمام ملزمان کی گرفتاری کا مطالبہ کیا ہے۔

تکنیکی معاونت سے ملزمان کے ٹھکانے کا پتا لگایا گیا

سنیچر کی سہ پہر بازیابی کے بعد آسمہ بی بی کو شام کے وقت خضدار شہر میں میڈیا کے سامنے پیش کیا گیا۔ ڈپٹی کمشنر خضدار یاسر دشتی کے ہمراہ اس موقع پر ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ڈی آئی جی پولیس قلات رینج سہیل خالد نے کہا کہ وزیر اعلیٰ بلوچستان نے اس واقعے کا نوٹس لیا تھا اور یہ ہدایت کی تھی کہ خاتون کی فوری بازیابی اور ملزمان کی گرفتاری کو یقینی بنایا جائے۔ ان کا کہنا تھا کہ اس واقعے کے حوالے سے جن ملزمان کو نامزد کیا گیا ہے وہ بدنام زمانہ ملزمان ہیں جو واقعہ کے بعد روپوش ہو چکے ہیں۔ ڈی سی کے مطابق وہ پہلے بھی وارداتوں میں ملوث رہے ہیں۔ ان کو طریقہ کار پتہ تھا۔ اس لیے وقوعہ کے بعد انھوں نے اپنا موبائل فون بند کر دیا تھا۔ اس لیے ہم نے ان کا پتہ لگانے کے لیے تکنیکی طریقے سے کام شروع کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ جب خفیہ اداروں نے ہمیں بھرپور معاونت فراہم کی تو پھر ہم نے شروع میں 15 لوگوں کو گرفتار کر کے ان سے تفتیش کے علاوہ جیو فینسنگ شروع کی۔ انھوں نے بتایا کہ جب ہم نے مشکوک لوگوں کا فون ٹیپ کرنا شروع کیا تو اس سے یہ معلومات ملیں کہ ملزمان زہری کے علاقے میں موجود ہیں اور وہ وہاں سے خاتون کو کسی وقت کہیں اور منتقل کریں گے۔ ان کا کہنا تھا کہ زہری کے علاقے میں ایس پی خضدار کی سربراہی میں پولیس کی ٹیم نے وہاں چھاپہ مار کر خاتون کو بحفاظت بازیاب کر لیا تاہم وہ ایک پہاڑی علاقہ ہے جس کے باعث ملزمان پولیس کی گاڑیوں کو دور سے دیکھ کر پہلے ہی فرار ہو گئے۔

بھارت چیمپئنز ٹرافی کو پاکستان سے باہر نہ کرسکا

لیکن پاکستان کو چیمپئنز ٹرافی سے باہر کردیا

لاکھ جتن کر کے بھی جو کام جے شاہ نہ کر پائے، اس سے کہیں بڑا کارنامہ روہت شرما کی ٹیم نے کر ڈالا اور ستم یہ کہ معرکہ اٹھانے میں انھیں ہزار جتن بھی نہ کرنے پڑے جو پاکستان خود اپنی ہی کوتاہ بینی کے ہاتھوں ڈھیر ہوگیا۔ جو رونق میزبانی بچا پانے کے غلغلے سے پاکستان میں اٹھی تھی، اب اسے ایونٹ سے بے دخلی کی سسکیوں میں منہ چھپانا ہے کہ پی سی بی کا دھیان اس ایونٹ کی کامیابی پر تو خوب رہا مگر اس ایونٹ میں ٹیم کی کامیابی کیسے ہوگی، یہ سب کچھ محض ڈیٹا اور لیپ ٹاپ پر چھوڑ دیا گیا۔ جو ندامت پاکستان نے دبئی میں کمائی اُس کی ذمہ دار یہ ٹیم تو ہے ہی، مگر اس کے لیے سب سے بڑا فرشی سلام اس سلیکشن کمیٹی کو جانا چاہیے جنھیں اپنی ہوم کنڈیشنز کے لیے ٹیم چنتے ہوئے یہ ہوش بھی نہ رہا کہ یہاں دو باقاعدہ سپنرز تو ہر ٹیم کی ضرورت ہوں گے۔ ڈیٹا کے محدب عدسوں سے کھلاڑیوں کے مستقبل جھانکنے والے یہ بزرجمہران لیپ ٹاپ سکرینوں کے حضور بیٹھ کر جب ٹیم طے کر رہے تھے تو کیا یہ جانتے نہ تھے کہ دبئی میں جب اُن کا انڈیا سے پالا پڑے گا تو لیفٹ آرم لیگ سپنر کس قدر مفید ہو سکے گا؟

جن سلیکشن تبدیلیوں کے سبب پاکستان نے حال ہی میں آسٹریلیا جا کر نایاب فتح حاصل کی اور جنوبی افریقہ میں بھی نادر کلین سویپ اپنے نام کیا، وہ سبھی باصلاحیت نام چیمپئنز ٹرافی آتے ہی تہہ کر کے الماریوں میں کیوں سنبھال لیے گئے؟ کیا ڈیٹا کے اسیر یہ اذہان اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے کہ جیسے صائم ایوب کا متبادل خوشدل شاہ نہیں ہو سکتے، ویسے ہی امام الحق کی احتیاط پسندی بھی فخر زمان کے غیض و غضب کا کوئی بدل نہیں ہوسکتی؟ اور پھر پاکستان کے وہ ستارے جنھیں وراٹ کوہلی سے تقابل کا کوئی شوق ہے یا وسیم اکرم و وقار یونس سے تشبیہہ پر افتخار امڈ آتا ہے، انھیں یہ ادراک کب ہوگا کہ بڑا کھلاڑی روزمرہ کی دوطرفہ کرکٹ میں اعدادوشمار کے انبار لگانے سے نہیں، ورلڈ سٹیج پر اپنا ہنر جگانے سے بنتا ہے؟ وراٹ کوہلی عظیم ترین اس لیے ہیں کہ وہ اپنا سب سے بہترین کھیل رچانے کو سب سے بڑا سٹیج ڈھونڈتے ہیں۔ رکی پونٹنگ، سچن ٹنڈولکر، برائن لارا، وسیم اکرم، وقار یونس، میک گراو غیرہ سبھی اس قبیل سے تھے جو تب اپنا بہترین دکھاتے جب پوری دنیا کی نگاہیں ان پر جمی ہوتیں۔

پاکستان کی سلیکشن کمیٹی میں جو ڈھونڈے سے کوئی ایک آدھ کرکٹر کا چہرہ نظر آتا بھی ہے تو وہ بھی بذاتِ خود پریشر کرکٹ کے تجربے سے محروم ہے۔ درحقیقت پاکستان ٹیم کے اس انتظامی سیٹ اپ میں عاقب جاوید کے سوا کوئی ایک بھی نام ایسا نہیں جسے پریشر کرکٹ جیتنے کی مہارت حاصل ہو۔ اور پھر اس الیون میں بھی کچھ سٹارز وہ ہیں جنھیں سری لنکا، بنگلہ دیش، زمبابوے، ویسٹ انڈیز وغیرہ کے خلاف تو جیت کے سبھی گُر معلوم ہیں مگر شامی، پانڈیا، سٹارک، ہیزل ووڈ، ربادا، آرچر وغیرہ کی کلاس سے نمٹنا بالکل نہیں جانتے۔ جب کوئی بلے باز پے در پے ایسی ٹیموں کے خلاف رنز کے انبار لگاتے ہوئے آئی سی سی رینکنگ کے چارٹ پھاڑے گا تو ورلڈ ایونٹس میں پھر قلعی بھی تو کھلے گی ہی۔ جو پاور پلے میں چھکوں کی کمی کا ذمہ دار ہمت کی نہیں، پروٹین کی کمی کو قرار دیں، وہ پانڈیا جیسے نڈر کھلاڑی کا مقابلہ کیسے کر پائیں گے؟

پاکستان کرکٹ مسلسل ایڈہاک بنیادوں پر چل رہی ہے، یہاں توازن و تسلسل کا فقدان ایسا ہے کہ نہ صرف کپتان کے سینٹرل کنٹریکٹ میں تنخواہ اس کی کپتانی سے مشروط کی جاتی ہے بلکہ پریس کانفرنس میں بنفسِ نفیس ایسی مضحکہ خیزی کا دفاع بھی کیا جاتا ہے۔ محسن نقوی سب کچھ اپنی تھالی میں چاہتے ہیں اور اُن کی اس لاشعوری کوشش کے نیچے پی سی بی ایک فیملی فرنچائز کمپنی کی مانند بنتا جا رہا ہے جہاں بالآخر ہر تنخواہ دار کا مستقبل مالک کی خوشنودی سے ہی جڑا ہے۔ گرچہ گورننس اور ڈپلومیسی اُن کی قوت ہو سکتی ہے، کرکٹنگ معاملات پر از حد گرفت صرف اُن کی ہی نہیں، پاکستان کرکٹ کی بھی کمزوری کا باعث بن رہی ہے۔ جبکہ بہتر یہی ہے کہ کرکٹ کے معاملات انہی اذہان پر چھوڑ دیے جائیں جو اس کی نبض سے واقف ہیں۔ گو ایسے نصائح بہرے کانوں پر پڑی دھول سے بڑھ کر نہیں مگر پھر بھی پاکستان کو مستقبل میں ایسی رسوائیوں سے بچنے کی اگر کوئی آرزو ہے تو وزیراعظم پاکستان قوم پر احسان کرتے ہوئے پیٹرن ان چیف کا عہدہ آئینی طور پہ ختم کریں اور پی سی بی میں سیاسی مداخلت کی راہ بند کر کے اسے پیشہ ورادارہ بننے کی اجازت دیں جو کم از کم اپنے اعمال کا خود ذمے دار تو ہو۔

چور 5 منٹ میں 7.1 ارب روپے مالیت کا 98 کلو وزنی سونے کا ٹوائلٹ لے اُڑے

برطانیه کی ایک عدالت میں ایک عجیب و غریب مقدمے کی سماعت کے دوران یہ بات سامنے آئی ہے کہ چوروں نے بلینہیم محل سے **48** لاکھ پاؤنڈ مالیت کا ٹھوس سونے کا بنا ٹوائلٹ چوری کرلیا ہے۔ اگر پاکستانی روپے میں اِس کی قیمت کا اندازہ لگایا جائے تو یہ **7.1** ارب روپے سے بھی زیادہ بنتی ہے۔ عدالت کو یہ بھی بتایا گیا کہ چوروں نے یہ ٹوائلٹ محض پانچ منٹ کے اندر اندر چوری کیا۔

اس معاملے کی ابتدا لگ بھگ چھ برس قبل اس وقت شروع ہوئی جب ستمبر **2019** میں آکسفورڈ شائر کے ایک پُرتعیش گھر میں ایک نمائش کا انعقاد کیا گیا اور اسی سلسلے میں ٹھوس سونے سے بنے اس ٹوائلٹ کو اس عمارت میں لگایا گیا۔ یہ ٹوائلٹ مکمل طور پر فعال تھا یعنی اسے رفع حاجت کے لیے استعمال کیا جا سکتا تھا۔ عدالت میں اس مقدمے کی سماعت کے دوران آکسفورڈ سے تعلق رکھنے والے **39** سالہ ملزم مائیکل جونز نے چوری کے الزام سے انکار کیا ہے۔ اسی طرح دیگر ملزمان یعنی **36** سالہ فریڈ ڈو اور مغربی لندن سے تعلق رکھنے والے **41** سالہ بورا گوکک نے بھی اس ٹوائلٹ کی چوری میں اپنے کسی بھی مبینہ کردار سے انکار کیا ہے۔

آکسفورڈ کراؤن کورٹ میں اس مقدمے کی سماعت کے دوران بتایا گیا کہ چوری کے دوران ممکنہ طور پر وہ ٹوائلٹ ٹوٹ گیا تھا جسے دوبارہ بحال نہیں کیا جا سکا۔ دوسری جانب استغاثہ کے وکیل جولین کرسٹوفر نے عدالت کو بتایا کہ **14** ستمبر **2019** کو علی الصبح پانچ افراد بلینہیم محل کے بند دروازوں کو ہتھوڑوں سے توڑ کر عمارت میں داخل ہوئے۔ یہ تمام پانچ افراد دو گاڑیوں میں سوار تھے۔ عدالت کو بتایا گیا کہ دروازہ توڑنے والے ہتھوڑے جائے وقوعہ پر ہی رہ گئے تھے۔ جولین کرسٹوفر نے عدالت کو یہ بھی بتایا کہ ٹوائلٹ کی چوری سے تقریباً **17** گھنٹے پہلے اس کی ایک تصویر لی گئی تھی اور وہ تصویر مسٹر جونز نے اُس وقت لی تھی جب وہ 'چوری کی منصوبہ بندی کے لیے وہاں موجود تھے۔' مسٹر کرسٹوفر نے عدالت کو بتایا کہ ٹوائلٹ کی چوری میں صرف پانچ منٹ لگے تھے۔ انھوں نے مزید کہا کہ 'اس فنی نمونے کو بازیاب نہیں کروایا جا سکا۔ ایسا لگتا ہے کہ اسے سونے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے اور وہ کبھی نہیں مل سکے گا۔'

عدالت کو بتایا گیا کہ اس چوری میں شامل چوتھے ملزم **40** سالہ جیمز شین تھے۔ انھوں نے اپریل **2024** میں ٹوائلٹ کی چوری اور چوری شدہ ٹوائلٹ کی منتقلی کی سازش کا اعتراف کیا تھا۔ **18** قیراط سونے کا یہ ٹوائلٹ اطالوی فنکار موریزیو کیٹیلان کی ایک نمائش کا حصہ تھا اور اس نمائش کا عنوان 'امریکہ' تھا۔ اس ٹوائلٹ کا وزن **98** کلوگرام بتایا گیا ہے جبکہ اس کی **60** لاکھ ڈالر کی انشورنس یا بیمہ کروایا گیا تھا۔ عدالت کو بتایا گیا کہ اس وقت یعنی ستمبر **2019** میں ٹوائلٹ میں استعمال ہونے والے صرف ٹھوس سونے کی قیمت ہی **28** لاکھ پاؤنڈ تھی۔ پراسیکیوٹر نے کہا کہ ملزمان مسٹر شین، مسٹر ڈو اور مسٹر گوکک کے فونز سے دریافت ہونے والے پیغامات، وائس نوٹ اور سکرین گریبس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ تینوں نے تقریباً **20** کلوگرام سونے کے لیے **632,25** پاؤنڈ فی کلو کی قیمت کے متعلق بات چیت کی۔

عدالت کو یہ بھی بتایا گیا کہ مسٹر گوکک 'ہیٹن گارڈن' نامی علاقے میں جیولری کی دکان چلاتے تھے اور انھیں اس ڈیل میں ہر کلو کی فروخت پر تقریباً **000,3** پاؤنڈ کا منافع ہوا ہو گا۔ بلینہیم محل یونیسکو کے عالمی ثقافتی ورثہ کا حصہ ہے جو کہ برطانیہ کے وزیر اعظم سر ونسٹن چرچل کی جائے پیدائش رہی ہے۔ اس مقدمے کی سماعت ابھی جاری ہے۔

مدھوبالا

جن کے حُسن کا شہرہ اُن کی اداکاری پر بھاری رہا

مدھوبالا اپنے زمانے کی معروف اور انتہائی قابل اداکارہ تھیں لیکن اُن کی اداکاری سے زیادہ اُن کی بلا کی خوبصورتی کا شہرہ زیادہ رہا۔ فلم 'انڈیا' کے ایڈیٹر بابوراؤ پٹیل کہتے تھے کہ 'مدھوبالا انڈین فلم انڈسٹری کی سب سے باصلاحیت، ورسٹائل اور سب سے خوبصورت اداکارہ تھیں۔' انھیں انڈین فلم انڈسٹری کی 'وینس' یعنی حُسن کی دیوی کہا جاتا تھا۔ اپنے زمانے کی مشہور اداکارہ بیگم پارا کہتی تھیں کہ 'کبھی کبھی میں مدھوبالا کی ایک جھلک اُس وقت دیکھ لیتی تھی جب وہ صبح چہل قدمی کے لیے جاتی تھیں، اُن کے چہرے پر پڑنے والی ایک نگاہ آپ کا دن خوبصورت بنا دیتی تھی۔' اداکارہ نروپا رائے کا خیال تھا کہ مدھوبالا کا جسم، سر سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک، مکمل طور پر پرفیکٹ تھا۔ اس میں کوئی کمی یا کسر نہیں تھی۔ 'مینو ممتاز کہتی تھیں کہ 'اُن کی جلد اتنی شفاف تھی کہ اگر وہ پان کھاتیں تو آپ دیکھ سکتے تھے کہ اُن کے گلے سے سُرخ رنگ کیسے نیچے اُترتا ہے۔' یہ مشہور ہے کہ فلم 'ریل کا ڈبہ' میں مدھوبالا کے ساتھ کام کرنے والے شمی کپور انھیں دیکھتے ہی اپنے ڈائیلاگ بھول جاتے تھے۔ مشہور صحافی بی کے کرنجیا نے اپنی سوانح عمری 'کاؤنٹنگ مائی بلیسنگز' میں لکھا ہے کہ 'اُن کی کسی بھی تصویر نے اُن کی غیر معمولی خوبصورتی کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔

مشہور اداکار دیو آنند کو مدھوبالا کی کھلکھلاتی ہنسی سب سے زیادہ پسند تھی۔ انھوں نے اپنی سوانح عمری 'رومانسنگ ود لائف' میں لکھا کہ 'اُن کا چہرہ ہمیشہ صبح کی اوس کی طرح تروتازہ رہتا تھا۔ ان کی شخصیت کی سب سے خاص بات اُن کی مشہور ہنسی تھی۔ جب بھی انھیں موقع ملتا وہ زور سے ہنستیں۔ کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ وہ کب، کس بات پر اور کتنی دیر تک ہنسیں گی۔ شاٹ کے دوران وہ اچانک ہنسنا شروع کر دیتیں، پھر ڈائریکٹر سیٹ کی لائٹ بجھا کر چائے کا آرڈر دیتے اور اِس بات کا انتظار کرتے کہ مدھوبالا اپنی ہنسی پر قابو پا لیں۔'

مدھوبالا کا اصل نام ممتاز جہاں بیگم دہلوی تھا۔ وہ **14** فروری **1933** کو دہلی میں پیدا ہوئیں۔ انھوں نے نو سال کی عمر میں اپنے فلمی کیریئر کا آغاز کیا اور ان کی پہلی فلم 'بسنت' تھی۔ اس فلم کی شوٹنگ کے بعد ممتاز جہاں واپس دہلی چلی گئیں۔ اس کے بعد دیویکا رانی نے ممتاز کو فلم 'جوار بھاٹا' میں کردار دینے کے لیے دہلی سے بُلایا۔ بعد میں ممتاز نے یہ کردار نہیں کیا لیکن اُن کے والد نے ممبئی (اس وقت بمبئی) میں سکونت اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ان دنوں مشہور ہدایتکار کیدار شرما نے فلم 'بیچارہ بھگوان' شروع کی جس میں انھوں نے اپنی اہلیہ کملا چٹرجی کو ہیروئن کا کردار دیا لیکن اچانک کملا کی موت ہو گئی اور فلم بند کرنی پڑی۔ اہلیہ کی موت کے صدمے سے سنبھلنے کے بعد کیدار شرما نے یہ فلم دوبارہ بنانے کا فیصلہ کیا اور چائلڈ آرٹسٹ ممتاز (مدھوبالا) کو اپنے اسسٹنٹ راج کپور کے ساتھ بطور ہیروئن لے لیا۔ کیدار شرما ہی نے ممتاز جہاں کا نام بدل کر انھیں مدھوبالا کا نام دیا۔ فلم کا نام بھی بدل کر 'نیل کمل' رکھ دیا گیا۔ سنہ **1949** میں مدھوبالا کی فلم 'محل' نے انھیں انڈین نوجوانوں کے خوابوں کی ملکہ بنا دیا تھا۔

دلیپ کمار اور مدھوبالا ایک دوسرے سے پیار کرتے تھے لیکن مدھوبالا کے والد کو دلیپ کمار کا سایہ بھی پسند نہیں تھا۔ بی آر چوپڑا کی فلم 'نیا دور' میں دلیپ کمار کے مقابل ہیروئن کے کردار کے لیے مدھوبالا کو پہلے منتخب کیا گیا تھا۔ اس فلم کی شوٹنگ بمبئی میں ہونی تھی لیکن بعد میں پروڈیوسر بی آر چوپڑا نے محسوس کیا کہ اسے بھوپال میں بھی شوٹ کرنا ضروری ہے۔ مدھوبالا کو بچپن سے ہی دل کی بیماری تھی۔ اُن کے دل میں سوراخ تھا اور اُس وقت تک اس بیماری کا کوئی علاج نہیں تھا۔

دلیپ کمار انکے آخری لمحات میں ان سے ملنے گئے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ بیماری کی حالت میں بھی وہ اتنی ہی پُرکشش لگ رہی تھیں۔ **23** فروری **1969** کو اپنی **36**ویں سالگرہ کے نو دن بعد مدھوبالا نے موت کیساتھ جدوجہد ترک کر کے ہمیشہ کیلئے آنکھیں موند لیں۔

شاہین آفریدی کا پہلا اوور میڈن لیکن پھر 4 چھکے

پاکستان نیوزی لینڈ سے دوسرا ٹی 20 بھی ہار گیا

نیوزی لینڈ کے خلاف پانچ ٹی ٹوئنٹی میچوں کی سیریز کے پہلے میچ میں پاکستانی بیٹسمینوں کی خراب کارکردگی کے بعد دوسرے میچ میں ان سے بہتر کارکردگی کی امید کی جا رہی تھی۔ اور پاکستانی ٹیم نے اپنی کارکردگی کو بہتر بھی کیا لیکن یہ نیوزی لینڈ کے سامنے کافی نہیں تھا اور نیوزی لینڈ نے دوسرا میچ بھی با آسانی جیت لیا۔ اس طرح اس نے سیریز میں دو صفر کی برتری حاصل کر لی ہے۔ نیوزی لینڈ نے ڈیونڈن میں کھیلے جانے والے اس میچ کو پانچ وکٹوں سے جیتا تو ابھی **11** گیندیں باقی تھیں۔ اگرچہ شاہین شاہ آفریدی نے پہلا اوور میڈن کروا کر پاکستانی ٹیم کے حامیوں کے حوصلے کو بلند کیا لیکن محمد علی کے اوور میں فن ایلن نے تین چھکے لگا کر مطلوبہ رن ریٹ حاصل کر لیا۔ پھر شاہین شاہ آفریدی جب دوسرا اوور کرنے آئے تو ٹم سیفرٹ نے چار چھکوں کی مدد سے ان کے اس اوور میں **26** رنز بنا ڈالے۔

میچ کا احوال

میچ تاخیر سے شروع ہوا اور **20** کے بجائے **15** اوورز کا میچ ہوا۔ پاکستان کا ایک بار پھر خراب آغاز رہا اور ایک رن پر پہلی وکٹ گر چکی تھی۔ دوسری وکٹ **19** رنز پر جبکہ تیسری **50** رنز پر گری۔ پہلے میچ کے سکور بورڈ سے اگر موازنہ کیا جائے تو یہ بہتر کارکردگی تھی۔ وکٹ گرتے رہے لیکن آنے والے کھلاڑیوں نے ہاتھ نہ روکے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مقررہ **15** اوورز میں ٹیم نے نو وکٹوں کے نقصان پر **135** رنز بنائے جس میں کپتان سلمان آغا نے سب سے زیادہ **46** رنز سکور کیے۔ ان کی **28** گیندوں کی اس اننگز میں چار چوکے اور تین چھکے شامل تھے۔ ان کے بعد شاداب خان نے **26** اور شاہین شاہ آفریدی نے **22** رنز بنائے۔ نیوزی لینڈ کی جانب سے جیکب ڈفی، بین سیئرز، جیمز نیشم اور ایش سوڈھی نے دو دو وکٹیں لیں۔ سوشل میڈیا پر نوجوان ٹیم کی 'سلاگنگ' کی تعریف بھی ہو رہی ہے جبکہ بہت سے لوگ ان کی کارکردگی پر مایوسی کا اظہار بھی کر رہے ہیں۔ میچ پریزینٹیشن کے دوران کپتان سلمان آغا نے کہا: 'یہ منجمد کرنے والا تھا، لیکن یہ ایک اچھا گیم رہا۔ یہ آخری میچ سے بہتر تھا، بہت ساری مثبت چیزیں رہیں، لیکن ظاہر ہے، کچھ کام کرنے باقی ہیں۔' نیوزی لینڈ کی اننگز کی ابتدا سے قبل پاکستان کا یہ مجموعہ قابل قدر لگ رہا تھا لیکن جس طرح سے اوپنرز ٹم سیفرٹ اور فن ایلن نے تیز شروعات کی یہ مجموعہ بہت کم نظر آنے لگا۔ انھوں نے ساڑھے چار اوورز میں ہی **66** رنز بنا ڈالے۔ ٹم سیفرٹ نے **22** گیندوں پر **45** رنز بنایا جس میں پانچ چھکے شامل تھے۔ ان میں سے ایک چھکا تو **119** میٹر کا بتایا جا رہا ہے جو انھوں نے شاہین شاہ آفریدی کی گیند پر لگایا۔ فن ایلن نے بھی پانچ چھکے لگائے اور انھوں نے **16** گیندوں میں **38** رنز بنائے۔ ایلن کے بعد یکے بعد دیگرے دو وکٹیں گریں۔

سوشل میڈیا پر ملے جلے تاثرات

کچھ لوگ جہاں نئے کھلاڑیوں کے حوصلے کی تعریف کر رہے ہیں وہیں کچھ صارفین پرانے کھلاڑیوں کو یاد کر رہے ہیں۔ سید محمد حسن نامی ایک صارف نے پاکستانی کپتان کی تعریف کرتے ہوئے لکھا: 'کپتان ٹیم کا رول ماڈل ہوتا ہے۔ دوسرے نوجوانوں کو سلمان سے سیکھنا چاہیے کہ مثبت ارادے یا آنکھ بند کر کے بیٹ گھمانے میں کیا فرق ہے۔' جبکہ شرلاک اومز نامی ایک صارف نے بابر اعظم کا ایک کلپ شیئر کرتے ہوئے لکھا: 'اسی اوول گراؤنڈ میں شین بانڈ اور دیگر (بولروں) کی رفتار کے سامنے بابر اعظم نے سیریز جیتنے کے لیے ناقابل شکست **79** رنز بنائے۔ اور آج کی ٹیم مسخروں کا ایک گروپ لگتی ہے۔' روشبھ پٹوا نامی ایک صارف نے لکھا: 'بار بار سلوگنگ کے بعد شاداب خان **26** رنز بنا کر چلے گئے۔ اس ٹیم کے ساتھ کچھ مسئلہ ہے۔ وہ سب صرف سلوگ کر رہے ہیں۔' جبکہ حامد رسول نے لکھا کہ انھیں 'یہ نیا طریقہ پسند آ رہا ہے۔ وکٹیں بھی گر رہی ہیں اور سب چلتے چلے جا رہے رہیں۔ یہ فوری طور پر کام نہیں کرے گا لیکن کچھ عرصے بعد کام کرے گا یہاں تک کہ ذہنیت بدل جائے گی۔ آج کے دور میں ٹی **20** کرکٹ اسی طرح کی ہے۔' ایک صارف نے لکھا کہ 'ایسا لگتا ہے کہ پاکستانی ہر گیند کو پارک کے باہر پہنچانا چاہتے ہیں، کیا یہ بہت جارحانہ نہیں ہے۔ لیکن دیکھ کر اچھا لگ رہا ہے۔' بہر حال کوئی شاداب کے آسان کیچ گرانے پر نالاں ہے تو کوئی **30** گز کا دائرہ پار نہ کر پانے پر برہم ہے۔ شاہین شاہ آفریدی خاص طور پر تنقید کا نشانہ ہیں۔ کوئی کہہ رہا ہے کہ کپتان بننے کے چکر میں وہ گیند ڈالنا بھی بھول گئے ہیں تو کوئی کہہ رہا ہے کہ اوور میں ایک ڈاٹ بال ڈالنے پر قوم ان کی مشکور ہے۔ ابھی سیریز کے تین میچز باقی ہیں اور جس طرح پاکستانی ٹیم نے پہلے میچ کے مقابلے میں بہتر کارکردگی دکھائی ہے اگر اسی طرح بہتری آتی رہے تو عین ممکن ہے جیت بھی ہاتھ آ جائے۔

بوگیوں میں جگہ جگہ خون اور مسافروں کا بکھرا سامان

حملے کے بعد جعفر ایکسپریس کا دورہ کرنیوالے صحافیوں نے کیا دیکھا؟

جعفر ایکسپریس کی بوگیوں کے اندر جگہ، جگہ خون کے علاوہ مسافروں کا سامان بھی بکھرا ہوا پڑا تھا۔ جبکہ ٹرین کے انجن سمیت متعدد بوگیاں پٹری سے اتری ہوئی تھیں۔ سینچر کو ٹرین پر حملے کے پانچویں روز جائے وقوعہ کا دورہ کرنے والے کوئٹہ کے صحافیوں نے بی بی سی اردو کو بتایا کہ پٹریوں اور بوگیوں پر گولیوں کے نشانات اور زمین پر پڑنے والے گڑھے بتا رہے تھے کہ حملہ شدید نوعیت کا تھا۔ کوئٹہ سے پشاور جانے والی مسافر ٹرین جعفر ایکسپریس پر یہ حملہ ضلع کچھی کے علاقے بولان میں **11** مارچ کو کیا گیا تھا جس میں کم از کم **18** سیکورٹی اہلکاروں سمیت **26** افراد مارے گئے تھے جبکہ پاکستانی فوج کے شعبہ تعلقات عامہ آئی ایس پی آر کے مطابق سیکیورٹی فورسز کی کارروائی میں **33** عسکریت پسند ہلاک ہوئے تھے۔

اس حملے کی ذمہ داری کالعدم عسکریت پسند تنظیم بلوچ لبریشن آرمی (بی ایل اے) نے قبول کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس حملے کے دوران سکیورٹی فورسز سے جھڑپوں میں اس کے **12** جنگجو بھی ہلاک ہوئے تھے۔ ٹرین میں یرغمال بنائے جانے والے مسافروں کی بہت بڑی تعداد **13** مارچ تک بازیاب ہوگئی تھی جن کے بارے میں کالعدم تنظیم کی جانب سے یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ ان کو چھوڑ دیا گیا تھا۔ تاہم آئی ایس پی آر کے ڈائریکٹر جنرل لیفٹیننٹ جنرل احمد شریف چودھری نے گذشتہ روز ایک پریس کانفرنس کے دوران اس دعوے کو مسترد کرتے ہوئے کہا تھا کہ سکیورٹی فورسز نے حملہ آوروں کے عزائم کو ناکام بنا کر **354** مسافروں کو بازیاب کروایا تھا۔

بازیاب کروائے گئے اور ہلاک ہونے والے مسافروں کی کُل تعداد **380** بنتی ہے جس کے بعد یہ سوال بھی اٹھایا گیا تھا کہ باقی **45** مسافر کہاں ہیں۔ وزیر اعلیٰ بلوچستان سرفراز بگٹی نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا تھا کہ یہ جو مغویوں کی تعداد میں فرق آ رہا ہے اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کچھ لوگوں نے سفر ہی نہیں کیا ہو، کچھ لوگوں نے اگلے سٹیشنوں سے بیٹھنا ہو۔ امکانات یہ بھی ہیں کہ ایک، دو لوگ جو بھاگے تھے وہ بھٹک بھی گئے ہوں یا دوبارہ اُن (حملہ آوروں) کے ہاتھ لگ گئے ہوں۔ صحافیوں کو جائے وقوعہ تک کس طرح لے جایا گیا؟

کوئٹہ سے پاکستان کے دوسرے شہروں کے درمیان ریل سروس کی بحالی کے لیے جائے وقوعہ پر ریلوے لائن کی مرمت کے لیے سکیورٹی اہلکاروں کی ایک بہت بڑی تعداد کو تعینات کیا گیا ہے۔ حملے کے مقام پر میڈیا کے نمائندوں کو فرنٹیئر کور (ایف سی) بلوچستان کے سبّی اسکاؤٹس کے کمانڈر بریگیڈیئر عمر الطاف نے بریفنگ دیتے ہوئے کہا کہ جعفر ایکسپریس کو جہاں نشانہ بنایا گیا وہاں کسی قسم کے رابطے کی سہولت موجود نہیں ہے۔

صحافیوں نے کیا دیکھا؟

شہزادہ ذوالفقار کہتے ہیں کہ جعفر ایکسپریس کو اوسے پور کے علاقے میں نشانہ بنایا گیا تھا جہاں حملہ آوروں نے پہلے ٹرین کی پٹری کو دھماکہ خیز مواد سے اڑا دیا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ دھماکے کی شدت زیادہ ہونے کی وجہ سے ریلوے لائن پر ایک بڑا گڑھا پڑ گیا ہے جس کی لمبائی اندازاً دس فٹ جبکہ چوڑائی چار سے چھ فٹ تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ دھماکے کی شدت کی وجہ سے ٹرین کا انجن اور چھ بوگیاں پٹڑی سے اتر گئیں جبکہ صرف چار بوگیاں ٹریک پر تھیں۔ صحافی شہزادہ ذوالفقار کے مطابق وہاں ریلوے کے حکام نے انھیں بتایا کہ ٹرین کے ڈرائیور نے دھماکے کے بعد ایمرجنسی بریک لگا دی تھی جس کی وجہ سے ٹرین الٹنے سے بچ گئی اور اگر وہ ایمرجنسی بریک نہیں لگاتے تو اس کے الٹنے کا خدشہ تھا جس سے مسافروں کو زیادہ نقصان پہنچتا۔ ان کا کہنا تھا کہ ٹرین کے انجن کو بھی گولیوں سے نشانہ بنایا گیا تھا جس سے ٹرین کی ونڈ سکرین کا ایک حصہ مکمل طور پر ٹوٹ گیا تھا جبکہ اس کے دوسرے حصے پر گولیوں کے نشانات تھے لیکن وہ ٹوٹا نہیں تھا۔ صحافیوں کے گروپ میں شامل عرفان سعید کہتے ہیں کہ ٹرین کی بوگیوں پر بھاری اسلحے کی گولیوں کے نشانات بھی موجود تھے جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ٹرین پر حملے کے لیے بھاری ہتھیاروں کا بھی استعمال کیا گیا تھا۔ انھوں نے بتایا کہ ٹرین کو جس مقام پر روکا گیا تھا وہاں جھاڑیاں کو بھی جلایا گیا تھا کیونکہ رات کو وہاں سردی کی شدت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ عرفان سعید نے بتایا کہ وہاں ہم نے دستی بم بھی دیکھے جو پھٹ نہیں سکے تھے اور ہمارے وہاں پہنچنے تک انھیں ناکارہ بھی نہیں بنایا گیا تھا بلکہ ان کے اردگرد پتھر رکھے گئے تھے۔

بوگیوں میں خون اور خون آلود کپڑے

شہزادہ ذوالفقار نے بتایا کہ بوگیوں کے اندر خون بہت زیادہ تھا جبکہ وہاں خون آلود کپڑے بھی پڑے ہوئے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ وہاں استعمال شدہ کپڑے بھی پھٹے ہوئے پڑے تھے جس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ بعض زخمیوں نے شاید اپنا خون روکنے کیلئے پھاڑ دیا ہوگا۔

مسافروں کا سامان اب بھی بوگیوں میں پڑا ہے

صحافی عرفان سعید کہتے ہیں کہ حملے کا نشانہ بننے والی ٹرین میں بڑی تعداد میں مسافر سفر کر رہے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ ان مسافروں کا سامان اب بھی بوگیوں میں پڑا ہے۔ شہزادہ ذوالفقار نے بتایا کہ لوگوں کے بیگز اور سامان کے تھیلوں کے علاوہ ان کے جوتے، گرم لحاف اور استعمال کے برتن بھی جگہ جگہ بکھرے ہوئے پڑے تھے۔

GB GROUP
روشن مستقبل کی ضمانت

APPROVED H.D.A APPROVED

رمضان کریم
RAMADAN KAREEM

جائیداد قسطوں سے نہیں۔ قسطوں سے بنتی ہے

سنگاپور سٹی
(ایکسٹینشن)
حیدرآباد

100
ماہ کی آسان
اقساط

پہلے آئیں
پہلے پائیں

پام سٹی 5 سے بلکل
متصل عالیشان رہائشی
و کمرشل منصوبہ

آج کا شاہ بخاری
کل کا سنگاپور

بغیر ایڈوانس

پہلی قسط پر پلاٹ بک کروائیں

گورنمنٹ ملازمین، میل فیمل ٹیچرز، ڈاکٹرز، بینکرز اور ریٹائرڈ افراد کے لیے رمضان کی بہترین آفر

SIZE:	BOOKING:	MONTHLY:	TOTAL:
80 Sq. Yards	22,000	22,000x99=2,178,000	2,200,000
120 Sq. Yards	33,000	33,000x99=3,267,000	3,300,000
200 Sq. Yards	55,000	55,000x99=5,445,000	5,500,000
400 Sq. Yards	110,000	110,000x99=10,890,000	11,000,000

(ترقیاتی کام تیزی سے جاری)

NOC#H.D.A/MP/PHS/385/6.8.2024

نوٹ: ترقیاتی اخراجات مارکیٹ ویلیو کے حساب سے وصول کیئے جائینگے

پرائم لوکیشن پر ایک خوبصورت رہائشی اسکیم پانی، بجلی اور گیس باؤنڈری وال موجود ہے

بکنگ آفس: GB گروپ، عادل منزل نزد گلاب پان ہاؤس ہیرآباد، حیدرآباد

TEL: 022 2667812 | 0313 3074144 | 0307 3117649

HIGHWAY CITY
EXECUTIVE ENCLAVE
BOOKING STARTS FROM
RS.5,500
HIGHWAY CITY
DEVELOPERS
SPECTRUM DEVELOPERS
Cell +92 311 1123115